39

29 اکتوبر 2003ء — 3 رمضان 1424ھ

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

خصوصی فیچر: اسلامی کانفرنس تنظیم

- انسان کا طرزِ عمل اور اللہ کا دستور
- مسخ شدہ جمہوریت کا انجام (انگریزی)
- مبارکباد! اے اسرائیل، مبارکباد!

استقبالِ رمضان کے لئے آنحضور ﷺ کا خطبۂ مبارکہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہِ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک خطبہ دیا...... اس میں آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ افگن ہو رہا ہے، اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہِ خداوندی میں کھڑا ہونے (یعنی نماز تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانے کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا۔ اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے برابر ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے) افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتشِ دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے...... آپؐ سے عرض کیا گیا کہ: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غرباء اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟) آپؐ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسّی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے (رسول اللہ ﷺ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے ارشاد فرمایا کہ) اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تا آنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا...... (اس کے بعد آپؐ نے فرمایا) اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتشِ دوزخ سے آزادی ہے (اس کے بعد آپؐ نے فرمایا) اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام و خادم کے کام میں تخفیف اور کمی کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے دے گا......

ماخذ: معارف الحدیث

تالیف: محمد منظور نعمانی

سورۃ البقرۃ (آیت 257-258)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗــــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاۗجَّ اِبْرٰھٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰھٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○﴾

’’جولوگ ایمان لائے ہیں اُن کا دوست اللہ ہے کہ اُن کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو کافر ہیں اُن کے دوست شیطان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ اہل دوزخ ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس (غرور کے) سبب سے کہ اللہ نے اُس کو سلطنت بخشی تھی ابراہیم سے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ جب ابراہیمؑ نے کہا میرا پروردگار تو وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے وہ بولا کہ جلا اور مار تو میں بھی سکتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے آپ اسے مغرب سے نکال دیجئے۔ (یہ سن کر) کافر حیران رہ گیا۔ اور اللہ بے انصافوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔‘‘

ایمان درحقیقت اللہ اور بندے کے درمیان دوستی کا رشتہ قائم کرتا ہے۔ اللہ اہل ایمان کا ولی ہے یہ ولایت باہمی ہے یعنی دو طرفہ دوستی ہے۔ اللہ ایمان والوں کا دوست' پشت پناہ اور مددگار ہے۔ وہ انہیں ظلمات (تاریکیوں) سے نکال کر نور (روشنی) کی طرف لے جاتا ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں نور کا لفظ تو واحد ہی آیا ہے انوار کہیں نہیں آیا کیونکہ نور ایک حقیقت واحدہ ہے۔ لیکن ظلمات ہمیشہ جمع ہی آئے گا کیونکہ ظلمت کے مختلف Shades ہیں۔ کوئی ظلمت گہری تاریکی ہے اور کوئی ذرا اُس سے کم' پھر اُس سے کم۔ دیکھئے ایک تاریکی کفر کی ہے' ایک شرک کی ہے' اسی طرح الحاد' مادہ پرستی' Agnostisim لادینیت سب ظلمات کی مختلف شکلیں ہیں۔ پھر سب غلط فلسفے' غلط نظریات' عمل کی غلط راہیں یہ سب اندھیرے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ان اندھیروں سے بچا کر ایمان کی روشنی کے اندر لاتا رہتا ہے۔

اس کے برعکس کافروں کے پشت پناہ' ساتھی اور مددگار طاغوت ہیں جو اُن کو اُس روشنی سے جو تھوڑی بہت اُن کے اندر ہوتی ہے' نکال کر تاریکی میں لے جاتے رہتے ہیں۔ یوں ان تاریکیوں میں بھٹکنے والے لوگ اہلِ دوزخ ہیں اور وہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے۔

قرآن مجید کی عظیم ترین آیت آیت الکرسی کے بعد یہ دو آیات ہیں جو حکمت و فلسفہ دین کے اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ اب اس کے بعد دو واقعات کا تذکرہ ہے۔ ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دوسرا حضرت عزیر علیہ السلام کا۔

فرمایا: کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جس نے حجت بازی کی حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے بادشاہی دی ہوئی تھی۔ یہ شخص تھا نمرود' عراق کا بادشاہ۔ جس طرح مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون کہتے تھے اُسی طرح عراق کے ہر بادشاہ کا لقب نمرود ہوتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش عراق کے ایک شہر اُر میں ہوئی تھی۔ عراق میں نمرود نے خدائی کا دعویٰ کر رکھا تھا' مگر یہ سیاسی خدائی تھی۔ یعنی وہ کہتا تھا کہ میں نے دنیا پیدا نہیں کی' البتہ نظامِ دنیا میرے اختیار میں ہے۔ میں یہاں مختار مطلق اور سیاہ و سفید کا مالک ہوں۔ جس چیز کو چاہوں غلط قرار دوں جس کو چاہوں صحیح مانوں۔ اس طرح وہ طاغوت بنا بیٹھا تھا۔ کسی چیز کو حلال قرار دینا یا حرام قرار دینا تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ پس جس شخص نے یہ اپنا اختیار سمجھا وہ طاغوت ہے۔ اسی طرح جس شخص نے بھی قانون سازی کا اختیار لے لیا اور اللہ کے قانون سے آزاد ہو گیا وہی طاغوت ہے' شیطان ہے' نمرود اور فرعون ہے۔

مناظرے کے دوران جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو نمرود کہنے لگا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اُس نے دو قیدی جیل سے منگوائے' ایک کو آزاد دیا اور دوسرے کی گردن اڑا دی۔ کہا دیکھو میں نے جس کو چاہا زندہ رکھا' جس کو چاہا موت دے دی۔ جب ابراہیمؑ نے دیکھا کہ یہ شخص کج حجتی پر اترا ہوا ہے' تو فرمایا: اچھا اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو خدائی کا مدعی ہے' تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا۔ اس پر وہ کافر لاجواب اور مبہوت ہو کر رہ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ اس طرح لاجواب ہو کر وہ غصے کی آگ میں جل اٹھا اور ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکنے کا فیصلہ کر لیا۔

فرمانِ نبویؐ

جنت کی ضمانت

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنْ عُبَادَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اِضْمَنُوْا لِيْ سِتًّا مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ: اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ' وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُّمْ' وَاَدُّوْا اِذَا اؤْتُمِنْتُمْ' وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ' وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ)) (رواہ ابن خزیمة فی حدیث علی بن حجر و ابن حبان و الحاکم)

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (i) جب بات کرو سچ بولو' (ii) جب وعدہ کرو پورا کرو' (iii) جب تمہیں امین بنایا جائے تو اس کا حق ادا کرو' (iv) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو' (v) اپنی نظریں نیچی رکھا کرو' (vi) اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔‘‘

یہ سب ایمان کی صفات ہیں جو بندۂ مومن میں پیدا ہونی چاہئیں اور انہی صفات کو قرآن مجید عملِ صالح قرار دیتا ہے جو اللہ کے ہاں ایمان کے ساتھ مل کر نجات کا ذریعہ ہے۔

ادارہ مطالعہ قرآن اکیڈمی
نمبر 24-10-03
36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

شام‘ اسرائیل اور دنیائے اسلام

پچھلے ہفتے اسرائیل نے شام کے دارالحکومت دمشق پر حملہ کر دیا۔ جواز یہ پیدا کیا گیا کہ دمشق میں ایسے کیمپ قائم ہیں جن میں دہشت گردوں کو تربیت دی جاتی ہے۔ شام کی حکومت نے اس الزام کی سختی سے تردید کی اور کہا کہ اسرائیلی طیاروں نے جس کیمپ پر حملہ کیا ہے‘ وہاں دہشت گردوں کی تربیت کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔ یہ تو فلسطینی پناہ گزینوں کا کیمپ ہے جس میں اسرائیل کے زخم خوردہ اور لٹے پٹے مہاجرین اپنی زندگی کے آخری ایام پورے کر رہے ہیں۔

خیال تھا کہ شام اسرائیل کی اس ننگی جارحیت کا منہ توڑ جواب دے گا‘ لیکن اُس نے اسرائیل کی اس دہشت گردی کا جواب نہ دینے کا اعلان کر دیا اور اپنے اقدام کو صرف زبانی احتجاج تک محدود کر کے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا اجلاس بلانے پر اکتفا کیا۔ سلامتی کونسل میں جو کچھ ہونا تھا‘ اُس کی پہلے سے توقع تھی۔ ارکان کی اکثریت کی منظور کردہ قرارداد کو امریکا نے ویٹو کر دیا۔ پھر چار روز کے بعد امریکی کانگریس کے ایوان نمائندگان نے شام کے خلاف پابندیاں عائد کرنے کی منظوری دے دی۔ 398 ارکان نے پابندیاں عائد کرنے کے حق میں اور چار نے مخالفت میں ووٹ دیئے۔ احتساب ایکٹ کے تحت منظور کردہ اس بل میں شام سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ لبنان کے علاقوں پر اپنا قبضہ ختم کرے۔ امریکا کے پاس اس امر کے ثبوت ہیں کہ شام دہشت گرد گروپوں سے قریبی تعلقات رکھتا ہے۔ اُس نے کیمیائی‘ ایٹمی اور حیاتیاتی ہتھیار حاصل کئے ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ شام اپنے اعمال کی سزا بھگتنے اور نتائج کے لئے تیار رہے۔ شام خطرناک راستے پر چلنے سے باز رہے۔ اسرائیل نے شام پر امریکی پابندیوں کی منظوری پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس طرح شام کو دنیا میں تنہا کرنے میں مدد ملے گی۔ اب 19 اکتوبر کے اخبارات میں شائع شدہ تازہ ترین خبروں سے معلوم ہوا کہ اسرائیل نے شام پر حملے کی تیاری شروع کر دی ہے۔ اسرائیل کے وزیراعظم ایریل شیرون نے دھمکی آمیز اعلان میں کہا ہے کہ ہمیں شام پر حملے کا پہلے سے اعلان کرنے کی ضرورت نہیں۔ شام کی سرگرمیاں سنگین ہیں۔ وہ ایران کی مدد کرنے سے باز رہے‘ ورنہ ہم جب چاہیں گے‘ شام پر حملہ کر کے اُسے سبق سکھائیں گے۔

سوال یہ ہے کہ امریکا اور اسرائیل کی ان دھمکیوں بلکہ عملی اور جارحانہ کارروائیوں کے جواب میں عالم اسلام کیا کر رہا ہے؟ افغانستان پر امریکا نے حملہ کیا اور اسے تباہ و برباد کر دیا۔ مسلم ممالک خاموش تماشائی بنے رہے۔ پھر امریکا نے عراق پر قبضہ کر لیا۔ مسلم ممالک اس موقع پر بھی خاموش رہے اور یہی سوچتے رہے کہ تباہ ہو رہا ہے تو افغانستان یا عراق‘ ہماری بلا سے‘ ہم تو محفوظ ہیں۔ صدر پرویز مشرف کا یہ فلسفہ کہ ”سب سے پہلے پاکستان“ ہر مسلم ملک نے اختیار کر لیا۔ پرویز مشرف کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اپنا مؤقف علی الاعلان بیان کیا‘ باقی ملک تو اُن کے مؤقف کے حامی ہونے کے باوجود منقار زیر پر رہے۔

آخر 57 ملکوں کے سوا ارب سے زیادہ مسلمانانِ عالم پر ایسی مرگ آسا خاموشی‘ بے حسی اور بے ضمیری کیوں چھائی ہوئی ہے؟ قوتِ عمل کو سن کر دینے والی یہ خاموشی کب ٹوٹے گی؟ حال ہی میں اسلامی کانفرنس تنظیم کا دسواں اجلاس ملائیشیا میں ہوا۔ انہوں نے شام پر امریکی پابندیوں اور اسرائیلی دھمکیوں کے بارے میں چند الفاظ مذمت کے سوا کچھ بھی نہ کیا۔ عجب تماشا ہے کہ ایک ملک پر دوسرا ملک جنگی طیاروں سے حملہ کرتا ہے‘ لیکن وہ ملک جوابی کارروائی میں یہ تک نہ کہہ سکے کہ ہم تجھے منہ توڑ جواب دیں گے۔ اسرائیل اکیلا نہیں ہے‘ اس کے پیچھے امریکا اور پورا مغرب ہے۔ شام کے ساتھ کون ہے؟ کیا اردن‘ لبنان‘ کویت‘ متحدہ عرب امارات‘ سعودی عرب‘ پاکستان‘ بنگلہ دیش‘ ملائیشیا‘ انڈونیشیا؟ وہ کون سا مسلم ملک ہے جو شام کی مصیبت کی گھڑی میں اس کی مدد کرے؟ تین صدیاں ہوگئی ہیں‘ ہر ملک نے ”سب سے پہلے پاکستان“ والی خود غرضانہ حکمت عملی اختیار کر رکھی ہے اور جب تک یہ حکمت عملی جاری رہے گی‘ کوئی مسلم ملک آزادی اور خود مختاری کی نعمتوں سے سرفراز نہ ہو سکے گا۔ جب تک مسلم ممالک آپس میں قرآنی حکم کے مطابق ”سیسہ پلائی ہوئی دیوار“ کی عملی تفسیر اور شعر اقبال کی عملی تشریح نہ بنیں گے‘ شام کی طرح تمام دنیائے اسلام امریکا اور اسرائیل کی دھمکیوں تلے بے غیرتی اور بے ضمیری کی زندگی بسر کرتی رہے گی؟ حل صرف ایک ہے:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

تا خلافت کی بنا‘ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

جلد	23 تا 29 اکتوبر 2003ء	شمارہ
12	۲۶ شعبان تا ۳ رمضان ۱۴۲۴ھ	39

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر انتظامی: سید قاسم محمود
مجلس ادارت: ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

اس شمارے میں

3۔ کلمہ طیبہ میں کمی بیشی کا کیا حکم ہے؟
5۔ انسان کا طرزِ عمل اور سنتِ الٰہی (خطبۂ جمعہ)
7۔ اسلامی کانفرنس تنظیم (ماضی‘ حال‘ مستقبل)
10۔ سید احمد نے سرحد کو کیوں مرکزِ جہاد بنایا؟
12۔ مبارک اے اسرائیل‘ مبارکباد (طنزیہ)
13۔ ایمان باللہ کی حقیقت و فضیلت
15۔ دورانِ رمضان دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام
19۔ مسخ شدہ جمہوریت کا انجام (انگریزی مضمون)

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو‘ علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن‘ لاہور

سالانہ زرتعاون: 250 روپے‘ فی شمارہ: 5 روپے
برائے یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
برائے امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

ناشر: محمد سعید احمد ○ مطبع: مکتبہ جدید پریس لاہور

افہام وتفہیم — محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال وجواب کی نشست

س: کہا جاتا ہے کہ بابا آدم سے اماں حوا کو جو حمل ہوتا تھا تو لامحالہ حوا کی دائیں یا بائیں ران سے لڑکی اور لڑکے کی پیدائش ہوتی تھی۔ پھر ان کی شادیاں ہوا کرتی تھیں۔ گویا یہ سگے بہن بھائیوں کی شادیاں ثابت ہوتیں۔ کیا اب بھی بنی آدم وہی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ج: سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن میں کہیں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اب اگر روایات ہیں تو وہ ضروری نہیں کہ مستند اور معتبر بھی ہوں۔ جو بات کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ کے حمل میں ایک بیٹی اور ایک بیٹا پیدا ہوتے تھے۔ دوسری مرتبہ پھر ایک بیٹا' ایک بیٹی۔ لیکن ایک ہی حمل کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بیٹا بیٹی کی شادی نہیں ہو سکتی تھی۔ یعنی یہ کہ پہلے حمل کا بیٹا دوسرے حمل کی بیٹی سے اور پہلے حمل کی بیٹی دوسرے حمل کے بیٹے سے شادی کرتی تھی۔ تو یہ فرق اللہ تعالیٰ اس کے اندر کر دیتا تھا۔ بہرحال یہ چیزیں وہ ہیں کہ جن کی اصل حقیقت اب ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ قرآن میں اس حوالے سے کوئی صراحت نہیں ہے۔ شاید کوئی حدیث ہو جس کی بنیاد پر یہ بات کہی جا رہی ہے' تاہم وہ میرے علم میں نہیں ہے۔ یہ بات جو میں نے آپ کو بتائی ہے یہ میں نے سنا ہوا ہے کہ اس طرح سے ہوا کرتا تھا۔ واللہ اعلم! لیکن اب قرآن مجید میں اس ضمن میں صریح احکام کے آنے کے بعد یہ حرام مطلق ہے۔

س: آپ کے درس قرآن کے لئے ''نوائے وقت'' میں اشتہار ایک دن پہلے یعنی بروز ہفتہ ضرور شائع ہو جانا چاہئے۔ اس کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔

ج: دیکھئے! ایک دفعہ کے چھوٹے سے اشتہار پر بھی تقریباً دو ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں ـــــ اور یہ بھی ہمارے ساتھ خصوصی رعایت ہے' اب ہر مرتبہ تو اتنا نہیں ہو سکتا۔ باقاعدہ اور مسلسل اجتماعات کے لئے تو یہ ضروری بھی نہیں ہے۔ البتہ وقفہ پڑ جائے تو پھر ضرورت ہوتی ہے کہ لوگوں کو یاد دہانی کرائی جائے۔ اور اگر ہم روزنامہ ''جنگ'' میں اشتہار دیں تو شاید چار ہزار لگ جائیں۔ بہرحال آپ کا جذبہ اچھا ہے لیکن اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔

س: آپ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ اگر امت بحیثیت مجموعی رسول کا انکار کر دے تو اس پر دنیا ہی میں اللہ کا عذاب آتا ہے اور اسی قاعدے کے مطابق نزول عیسیٰؑ کے بعد ابھی یہودیوں پر عذاب آنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہودیوں کے جن لوگوں نے یہ جرم کیا تھا وہ تو اب دنیا میں ہیں ہی نہیں' اور اب جو یہودی ہیں انہوں نے بہرحال یہ جرم نہیں کیا۔ تو ان کے لئے اسلاف کے اس جرم کی سزا کس قاعدے سے ہے؟

ج: پہلی بات تو یہ سمجھ لیجئے کہ موجودہ یہودی بھی تو وہی جرم کر رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو نہیں مان رہے۔ حضرت عیسیٰؑ ان کی طرف بھیجے گئے رسول بنا کر ﴿رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ﴾۔ اس وقت کے لوگوں نے بھی گناہ کیا اور وہی گناہ آج یہ بھی کر رہے ہیں۔ یہودی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول نہیں مانتے' بلکہ انہیں (نعوذ باللہ نقلِ کفر کفر نہ باشد) Bastard کہتے ہیں۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کو جادو قرار دے کر انہیں جادوگر کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ واقعی واجب القتل تھے! اس سے بڑا جرم یہ کہ حضور ﷺ کو نہیں مان رہے' جو پوری نوع انسانی کے لئے رسول بن کر آئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ تو خاص ان کے لئے رسول تھے۔ لہٰذا آپ یہ نہ سمجھئے کہ یہ معصوم ہیں۔ ایک عذاب تو ان پر جرمنوں کے ہاتھوں آیا ہے۔ ساٹھ لاکھ یہودیوں کا قیمہ' سرمہ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر پانی بنا دیا گیا۔ ان کے Extermination Camp ہوتے تھے۔ ان میں یہ ہوتا تھا کہ پہلے ایک ہال میں داخل ہوئے جہاں ان کے کپڑے بھی اتروا لئے گئے اور بال بھی' عورتوں کے بھی اور مردوں کے بھی۔ ان بالوں سے قالین بنتے جو نازیوں کے دفتروں میں بچھائے جاتے۔ جانوروں اور حیوانات کی اون' کے بجائے وہ انسانوں کے بالوں سے قالین بناتے۔ پھر اگلے چیمبر میں لے جا کر گیس چھوڑ دی جاتی اور سب مر جاتے۔ اس کے بعد ایک پٹے کے اوپر ان کی لاشیں رکھ کر انہیں ایک مشین میں سے گزارا جاتا' جس سے ان کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ پھر ان ٹکڑوں کو ایک ایسے محلول میں داخل کر دیا جاتا جس میں حل ہو کر وہ مائع بن جاتے اور کسی شے کا بھی کوئی وجود نہ رہتا تھا۔ سیاہ سا پانی باہر نکلتا تھا اور اس میں سے بدبو آ رہی ہوتی تھی۔ اسے وہ اپنے کھیتوں میں پہنچا دیتے تھے۔ وہ گویا کھاد بن جاتی تھی۔ یہ عذاب ان پر بیسویں صدی میں آیا ہے اور قریب کی بات ہے۔ اس اعتبار سے وہ بحیثیت قوم مجرم ہیں۔ البتہ جن لوگوں نے بالفعل وہ گناہ کیا تھا وہ تو اب اللہ کے ہاں پہنچ چکے ہیں اور عالم برزخ میں بھی انہیں شدید ترین عذاب مل رہا ہوگا۔

س: میرا کوئی کمانے والا نہیں۔ پہلے میں بنک میں پیسے رکھ کر ان کے منافع سے گھر چلاتی تھی۔ اب قومی بچت کی سکیم کے ساتھ 7.5 فیصد منافع ملتا ہے۔ کیا یہ منافع قرآن کی رو سے جائز ہے؟

ج: میری بہن یا میری بیٹی! غور سے سن لو کہ یہ حرام ہے اور قطعاً یہ طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ شریعت میں جو چیزیں حرام ہیں ان میں سب سے بڑھ کر حرام چیز سود ہے اور بنک یا قومی بچت کی سکیموں کا منافع سود ہے۔ آپ اپنے پیسے کو کسی اور طریقے سے استعمال کریں۔ اپنے گھر میں بیٹھ کر کوئی کام کریں' سلائی کا کام یا کڑھائی کا کام۔ یا یہ کہ بچوں کا چھوٹا سا مدرسہ کھول لیں۔ کچھ بھی کریں یا جو بھی پہلے آپ کے پاس ہے اسے کھا لیجئے' ختم کر لیجئے۔ پھر اللہ پر توکل کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا روزی رساں ہے' وہ رزق پہنچانے والا ہے' لیکن بہرحال حرام کے اندر ملوث نہ ہوں۔

س: اگر کوئی کلمہ طیبہ میں جان بوجھ کر اضافہ کرتا ہے تو کیا یہ اضافہ کفر ہو گا یا بدعت؟ براہ مہربانی وضاحت فرمائیں!

ج: انہوں نے براہ راست تو نہیں کہا' لیکن ان کا اشارہ اہل تشیع کی طرف ہے جنہوں نے کلمہ شہادت میں **اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ** کے بعد کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت علیؓ اللہ کے ولی ہیں اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ خلیفۃ بلافصل' یعنی وہ خلیفہ ہیں بغیر اس کے کہ حضور ﷺ اور ان کے درمیان کوئی فصل ہو۔ اس میں گویا کہ انہوں نے حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کی خلافت کی نفی کر دی۔ انہیں وہ غاصب سمجھتے ہیں۔ لیکن جب میں ایران گیا ہوں تو بہت خوش ہوا تھا کیونکہ وہاں ان کی اذان میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ **ولی اللہ** تک تو ہیں' **امیر المومنین علی ولی اللہ**۔ ٹھیک ہے۔ ولی تو ہیں وہ۔ کیا کہنے ان کے۔ ہر صحابی ولی ہے اللہ کا اور اپنے اپنے درجے ہیں۔ لیکن **وخلیفۃ بلافصل** کے الفاظ ایران میں نہیں ہیں' جو گڑھ ہے شیعیت کا اور جہاں کا سرکاری مذہب اثنا عشری ہے۔ ہمارے ہاں کے لوگوں نے زیادہ کر رکھا ہے لیکن بہرحال یہ بدعت ہے' غلط کام ہے۔ البتہ یہ کہ ایسا کرنا کفر ہے یا نہیں' اس پر فتویٰ کسی مفتی صاحب سے لیجئے۔

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبولِ عام دستاویز جس کا انگریزی' عربی' فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

تصنیف: ڈاکٹر اسرار احمد

اشاعت خاص 20 روپے' اشاعت عام 10 روپے

منبر ومحراب

انسان کا طرزِ عمل اور سنتِ الٰہی

سورۂ بنی اسرائیل کی آیات 70 تا 77 کی روشنی میں

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کے 17 اکتوبر 2003ء کے خطبۂ جمعہ کی تلخیص

آج ہم سورۂ بنی اسرائیل کے ساتویں رکوع کا مطالعہ کریں گے۔ آپ کو یاد ہوگا' چھٹے رکوع کی آخری آیت کا ایک پہلو پچھلی بار تشنہ رہ گیا تھا' اسے بھی آج مکمل کرنا ہے۔ اس آیۂ مبارکہ میں تکریم آدم کا تذکرہ ہے۔ قصہ آدم وابلیس میں یہی بات ابلیس کو قبول نہ تھی کہ آدم کو اُس پر فضیلت کیوں دی گئی اور اسی بنا پر وہ آدم اور اس کی اولاد کا دشمن بن گیا۔ اس آیۂ مبارکہ میں آدم کی اسی فضیلت کا بیان ہے۔ فرمایا: ''یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو بڑی فضیلت (عزت) عطا کی ہے اور انہیں ہم نے ہی خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوق پر اس (بنی آدم) کو فضیلت عطا کی۔'' (آیت: 70)

جہاں تک آدم علیہ السلام کو عزت دینے کا معاملہ ہے' اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو یہ کہ فرشتوں تک کو اس کے آگے جھکا دیا گیا۔ تاہم یہ سجدہ اس موقع پر کرایا گیا جب اللہ نے مٹی کے پتلے میں اپنی روح میں سے پھونک دیا۔ یہ بات قرآن میں کسی اور مخلوق کے لئے بیان نہیں ہوئی بلکہ باقی چیزوں کا مبدأ حیات پانی کو قرار دیا گیا۔ یعنی انسان وہ واحد مخلوق ہے جس میں زندگی کے علاوہ اللہ نے کوئی اور شے بھی ڈالی ہے' بقول اقبال ؎

ہے ذوقِ تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل! تُو نرا صاحبِ ادراک نہیں ہے

دراصل یہی چیز انسان کی فضیلت کی اصل بنیاد ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی تخلیقات کے دو سلسلے عالم خلق اور عالم امر اس آدم میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس کا جسد خاکی ''عالم خلق'' سے تعلق رکھتا ہے جبکہ اس کا روحانی وجود ''عالم امر'' سے متعلق ہے۔ اگر انسان اپنے جسد حیوانی کو اللہ کی دی ہوئی ہدایت کا تابع کر لے تو یہ جسد اس کی روحانی ترقی میں مددگار بن جاتا ہے اور اگر یہ جسد اس روح پر حاوی ہو جائے تو اس روح کی معنوی موت واقع ہو جاتی ہے اور انسان ذلتوں کی انتہا تک جا پہنچتا ہے۔

اس آیۂ مبارکہ میں یہ بات کہ ہم نے بنی آدم کو اپنی ''اکثر'' مخلوقات پر فضیلت دی ہے' کیوں کہی گئی ہے؟ یعنی ''تمام'' مخلوقات پر فضیلت کیوں نہ دی گئی؟ اس کا جواب مفسرین یہ دیتے ہیں کہ ایک بات تو طے ہے کہ روئے ارضی پر جو جاندار ہیں ان سب میں انسان اشرف و ممتاز ہے۔ اسی طرح حیات پر بھی انسان کو فضیلت دی گئی' اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ فرشتے اللہ کے بہت زیادہ قریب ہیں تو کیا انسان جملہ اعتبارات سے فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔ انسان کی برتری کے اظہار ہی کے لئے فرشتوں سے سجدہ کروایا گیا تھا' اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان بالقوہ فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ بہرحال اس کی ایک تعبیر یہ کی گئی ہے کہ انسانوں میں نیک لوگ' صالحین عام فرشتوں سے تو افضل ہیں اور انسانوں میں سے جو خواص ہیں یعنی انبیاء اور رسول' وہ خواص فرشتوں سے افضل ہیں' یعنی یہ ایک درجہ بندی ہے۔ اور انسانوں میں سے جو فاسق و فاجر ہیں وہ فرشتوں سے ہی کمتر نہیں جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ اس بحث سے اس آیۂ مبارکہ کے آخری حصے کا مفہوم بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی بلکہ سینوں میں جو دل ہے اس کی آنکھ اندھی ہو جاتی ہے

اب ہم ساتواں رکوع شروع کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے پیشوا (امام) سمیت بلائیں گے' پھر جن کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا وہ شوق سے اپنا اعمال نامہ پڑھنے لگیں گے اور (اس دن کسی پر) ذرہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔'' (آیت: 71)

یہاں امام یا پیشوا سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں دو آراء ہیں۔ ایک تو امام سے مراد اعمال نامہ ہے' جیسا کہ سورۂ یٰسین میں ہے کہ ہم نے ہر شے کو ایک ''امام مبین'' میں درج کر رکھا ہے۔ یہاں امام سے مراد یہی اعمال نامہ ہے۔ امام کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ہر قوم اور امت کے جو پیشوا ہیں' انہیں ان کے ساتھ ہی قیامت کے روز بلایا جائے گا۔

ہماری رائے میں اس آیۂ مبارکہ میں اول الذکر معانی زیادہ قرین قیاس ہیں کیونکہ آگے اس بات کا ذکر ہے کہ جسے اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا' وہ خوشی خوشی اسے پڑھنے لگیں گے۔ قرآن حکیم میں کئی جگہوں پر یہ مضمون آیا ہے کہ جو اللہ کے نافرمان اور جہنمی ہیں انہیں ان کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں تھما دیا جائے گا اور وہ خواہش کریں گے کہ کاش یہ انہیں دیا ہی نہ جاتا۔ اور جنتیوں کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' دوسروں کو اپنا اعمال نامہ دکھاتے پھریں گے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی طالب علم کا اچھا رزلٹ آئے تو وہ شوق سے دوسروں کو اپنا رزلٹ کارڈ دکھاتا ہے۔ آگے فرمایا:

''اور جو کوئی اس جہان میں اندھا بنا رہا' وہ آخرت میں بھی اندھا اور زیادہ راستے سے بھٹکا ہوا رہے گا۔'' (آیت: 72)

مطلب یہ ہے کہ جو کوئی اس دنیا میں اللہ کی ہدایت اور آیات کی طرف سے آنکھیں بند کئے رہا' اس نے ایک کان سے قرآن کے پیغام کو سنا اور دوسرے کان سے اڑا دیا۔ ایسا شخص آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ سورۂ طٰہٰ میں اس کی مزید تفصیل آئی ہے کہ وہ پوچھے گا کہ پروردگار تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جبکہ دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا۔ جواب ملے گا کہ تیرے پاس میری آیات' نشانیاں اور میری تنبیہات پہنچی تھیں' تُو نے ان کو نظر انداز کیا' تو اسی طریقے سے آج ہم تجھے فراموش کر رہے ہیں۔

جب ایک شخص دنیا میں اللہ کی ہدایت سے جان بوجھ کر اندھا بنا رہتا ہے تو ایک وقت آتا ہے کہ دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ پھر واقعتاً اس کے دل کی آنکھ ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتی ہے۔ انہی لوگوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

''یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں میں جو دل ہے اس کی آنکھ اندھی ہو جاتی ہے۔'' نبی اکرم ﷺ کے دور میں ابوجہل اور ابولہب اس کی واضح مثالیں ہیں کہ ان کی آنکھوں میں تو کوئی نقص نہیں تھا لیکن ان کے دل کی آنکھ' جس کا تعلق روح سے ہوتا ہے' وہ بصیرت سے محروم ہو گئی تھی۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ یہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔

اگلی آیت میں بیان کیا گیا: ''یہ تو چاہتے ہیں کہ اس وحی سے جو ہم نے آپ پر اتاری ہے آپ کو بہکا دیں' تاکہ آپ ہمارے نام سے اس کے سوا کچھ اور ہی گھڑ کر پیش کر دیں۔ تب تو آپ کو یہ لوگ اپنا ولی دوست بنا لیتے۔ اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ ان کی طرف قدرے مائل ہو ہی جاتے۔ پھر تو ہم آپ کو اس دنیا کا اور موت کا دہرا عذاب دیتے اور آپ ہمارے مقابلے میں کسی کو اپنا مددگار نہ پاتے۔'' (آیات: 73 تا 75)

یہ لوگ جو اس دنیا میں اندھے بنے ہوئے ہیں' جن کی دل کی آنکھ بند ہو گئی ہے' یعنی مشرکین عرب اور سردارانِ قریش' تو چاہتے ہیں کہ آپ کو بھی راہِ ہدایت سے بھٹکا دیں۔ دراصل جب انہیں اللہ کی توحید کی دعوت دی جاتی اور ان کے معبودانِ باطل کی نفی کی جاتی تھی' تو وہ کہتے تھے کہ اے محمدؐ اگر تم یہ باتیں کرنا بند کر دو تو آج بھی ہم تمہیں سر آنکھوں پر بٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ ہمارے معبودانِ باطل کے حوالے سے کچھ لچک دکھاؤ تو ہم بھی تمہاری کچھ باتیں مان لیں گے۔ لیکن آنحضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے استقامت دیئے رکھی اور کفار کو منہ کی کھانا پڑی۔ توحید اور دین و شریعت کے حوالے سے کوئی بھی ترمیم اللہ تعالیٰ کو گوارا نہیں' اسی لئے فرمایا کہ اگر بالفرض آپؐ ان کی بات مان لیتے تو پھر اس دنیا میں بھی اور موت کے بعد بھی آپؐ کو دہرے عذاب کا سامنا کرنا پڑتا۔ دراصل جس کا مقام جتنا بلند ہوتا ہے' اس کے لئے جہاں انعامات اور درجات کی کوئی انتہا نہیں ہوتی' وہاں کوتاہی اور غفلت پر سزا بھی دگنی ہوتی ہے۔ بہرحال اس کا تو کوئی امکان ہی نہیں تھا کہ نبی اکرم ﷺ ان کے مطالبات مان کر قرآن میں ردوبدل کرتے۔ یہ دراصل ان سردارانِ قریش کو بتایا جا رہا ہے کہ تم اپنے ذہن سے یہ بات نکال دو کہ تمہارے مطالبات کے سامنے ہمارا نبی گھٹنے ٹیک سکتا ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا: ''یہ تو قریب ہیں کہ آپؐ کے قدم اسی سرزمین سے اکھاڑ دیں۔ اگرچہ آپؐ کے بعد یہ بھی بہت ہی کم (عرصہ کے لئے) یہاں ٹھہر پائیں گے۔'' (آیت: 76)

اس آیہ مبارکہ میں ہجرت کی طرف اشارہ ہے' کیونکہ یہ سورۂ مبارکہ مکی دور کے آخری حصے میں (ہجرت سے متصلاً قبل) نازل ہوئی تھی۔ اس وقت مسلمانوں کے لئے مکے میں رہنا ناممکن بنا دیا گیا تھا۔ مشرکین مکہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کو مکہ سے باہر نکالنے کے درپے تھے۔ چنانچہ اس وجہ سے آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ اسی آیت میں یہ نوید بھی موجود ہے کہ ہجرت کے بعد یہ مشرکین بھی زیادہ عرصہ یہاں رہ نہیں سکیں گے اور ایک دن اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔ دنیا نے دیکھا کہ حقیقت میں ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد مکے کے لوگ بھی آنحضور ﷺ کی حکمت عملی کے باعث چین سے نہ بیٹھ سکے اور بالآخر چند ہی برسوں میں مکہ فتح ہو گیا اس کے بعد مشرکین کے لئے اعلان کر دیا گیا کہ یا تو وہ اسلام قبول کریں' ورنہ یہاں سے نکل جائیں۔ بصورت دیگر انہیں قتل کر دیا جائے گا اور یوں یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی۔

آگے مزید فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے جو پہلے انبیاء کے وقت سے چلی آ رہی ہے اور آپ ہمارے اس دستور میں کبھی ردوبدل نہ پائیں گے۔'' (آیت: 77)

تمام رسولوں کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ جب قوم ان کا انکار کر دے تو پھر عذاب استیصال کے ذریعے ان کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔ یہی سردارانِ قریش کے ساتھ ہوا اور انہیں فتح مکہ تک مختلف غزوات کے ذریعے جہنم واصل کر دیا گیا' جو اللہ کے عذاب ہی کی ایک صورت تھی۔

یہاں ساتواں رکوع ختم ہوا۔

(مرتب فرقان دانش خان)

رمضان المبارک میں دورہ ترجمہ قرآن کے پروگرام

مرکزی انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام رمضان المبارک میں نمازِ تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی تفصیل

(اسی شمارے کے صفحہ 17 پر ملاحظہ فرمایئے!)

پریس ریلیز

امت مسلمہ آج بحیثیت مجموعی عذابِ الٰہی کی لپیٹ میں ہے اور اسی عذاب کا نتیجہ ہے کہ ہم اپنے دشمن کے خود ہی آلہ کار اور حلیف بنے ہوئے ہیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دار السلام باغ جناح میں خطابِ جمعہ کے اختتام پر کہی۔ انہوں نے کہا کہ او آئی سی کے حالیہ اجلاس میں بلاشبہ مہاتیر محمد نے امت مسلمہ کی بہتر نمائندگی کی اور بڑی جرأت سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یہود کے بارے میں بھی انہوں نے اس حقیقت کو خوب سمجھا ہے کہ اس وقت دنیا پر اصل میں انہی کی حکومت ہے اور امریکہ بھی یہودی کے اشارے پر مسلمانوں کو مشق ستم کا نشانہ بنائے ہوئے ہے۔ البتہ مہاتیر محمد نے امت مسلمہ کے مسائل کے حل کے لئے جو مشورے دیئے ہیں وہ اگرچہ اپنی جگہ بہت اچھے ہیں لیکن جب تک اصل مرض کو پہچان کر اس کے تدارک کے لئے ٹھوس اقدام نہ کئے جائیں گے' کوئی مثبت اور دیرپا تبدیلی ممکن نہیں۔

حافظ عاکف سعید صاحب نے کہا کہ فریضۂ شہادت علی الناس کی ادائیگی نہ کرنے کے باعث آج امت مسلمہ پر یہ سزا مسلط کی گئی ہے کہ اپنے دشمن کو پہچانتے ہوئے بھی ہم نہ صرف اس کے خلاف زبان کھولنے کی جرأت سے محروم ہیں بلکہ اپنے ہی خلاف مہم میں اس کے ساتھ خود شامل ہیں۔ دراصل دین سے غداری کی مسلمان قوم کو دنیا میں بھی یہ سزا ملتی ہے کہ اس پر ذلت و مسکنت اور بیچارگی مسلط کر دی جاتی ہے۔ ہمارے مسائل کا حل یہ ہے کہ پوری امت اجتماعی توبہ کرے اور متحد ہو کر اللہ کے دین کو نافذ کرنے کے لئے کمر کس لے اور اپنے کردار و عمل سے دنیا کے سامنے دین کا عملی نمونہ پیش کرے تاکہ پوری دنیا پر دین اسلام کی حقانیت واضح ہو جائے۔

اسلامی کانفرنس تنظیم

Organization of Islamic Conference

ماضی' حال' مستقبل

تحریر: سید عاصم محمود

* یہ ''تنظیم'' اقوامِ متحدہ کے بعد دنیا کی دوسری بڑی اور مسلمان ملکوں کی سب سے بڑی تنظیم ہے۔ اس کے قیام کا بنیادی مقصد تمام مسلم ملکوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا' اُن کے مابین اخوت اور تعاون کو فضا کو مستحکم کرنا' مسلم امہ کے تصورات کو اجاگر کرنا اور دنیائے اسلام کو درپیش مسائل کا مقابلہ کرنے کے لئے مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنا ہے۔

یوں تو مسلمانانِ عالم کے اتحاد اور مسلم ملکوں کے باہمی اتفاق کی تحریک خلافت کے ادارے کو بچانے اور اس کے ختم ہونے پر دوبارہ بحال کرنے کی کوششیں اٹھارہویں اور اُنیسویں صدی میں ہوتی رہی ہیں۔ جمال الدین افغانی' مفتی محمد عبدہ' سید رشید رضا' علامہ اقبال' مفتی امین الحسینی' شکیب ارسلان ماضیٔ قریب میں اور زمانۂ حال میں عالم عرب کی حزب التحریر' مصر کا الجہاد گروپ اور پاکستان میں ڈاکٹر اسرار احمد اور اُن کی قائم کردہ ''تنظیم اسلامی'' خلافت کی بحالی کے لئے اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں' جن کے نتیجے میں بین الاقوامی سطح پر موتمر عالم اسلامی' رابطہ عالم اسلامی اور اسلامی کانفرنس تنظیم جیسے ادارے وجود میں آئے ہیں۔

تنظیم کا آغاز

''اسلامی کانفرنس تنظیم'' کا آغاز ڈرامائی صورت میں ہوا۔ 21/ اگست 1969ء کو یہودیوں نے مسجد اقصیٰ میں آگ لگادی۔ اس واقعے نے پورے عالم اسلام کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ اس ضمن میں 25 اگست کو قاہرہ میں عرب لیگ کے چودہ ارکان کے وزرائے خارجہ کا اجلاس منعقد ہوا' جس میں متفقہ طور پر سعودی عرب کے شاہ فیصل اور مراکش کے شاہ حسن دوم کو اختیار دیا گیا کہ دنیا بھر کے مسلمان ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس بلانے کا انتظام کریں۔ چنانچہ کانفرنس کے باضابطہ اجلاس سے پہلے 29/ اگست کو رباط (مراکش) میں پاکستان سمیت سات مسلم ملکوں کے وزرائے خارجہ پر مشتمل کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا جس میں کانفرنس کی تاریخ اور جگہ کا انتخاب کیا گیا اور دنیا بھر کے مسلم ملکوں اور تنظیموں کے سربراہوں کی فہرست تیار کی گئی۔ اس کمیٹی نے دنیا بھر کے 35 مسلم ممالک کے سربراہوں کو کانفرنس میں شرکت کی باضابطہ دعوت دی۔

22/ ستمبر 1969ء کو رباط میں مسلم ممالک کے سربراہوں کا تین روزہ اجلاس ہوا جس میں مندرجہ ذیل فیصلے ہوئے:۔

(1) مسلم ملکوں کے سربراہوں کی کانفرنس کا مستقل سیکرٹریٹ قائم کرنا' جس کا صدر دفتر جدہ (سعودی عرب) میں ہوگا۔

(2) آئندہ کانفرنس میں صرف بھارتی مسلمانوں کو بطور ''ترجمان'' نمائندگی دینا۔

(3) سیکرٹریٹ کا انتظامی ڈھانچا مرتب کرنے کے لئے مارچ 1970ء میں وزرائے خارجہ کی ایک کانفرنس جدہ میں منعقد کرنا۔

(4) جب فلسطین آزاد ہوجائے گا تو اس کا صدر دفتر بیت المقدس میں منتقل کرنا۔

تنظیم کے سیکرٹریٹ کا سربراہ ''سیکرٹری جنرل'' کہلاتا ہے۔ ملائیشیا کے وزیراعظم تنکو عبدالرحمٰن پہلے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ سیکرٹریٹ کے انتظامی اخراجات رُکن ممالک اپنی قومی آمدنی کے مطابق برداشت کرتے ہیں۔ پہلے اجلاس میں اس تنظیم کے مندرجہ ذیل ادارے قائم کئے گئے:

تنظیم کے ادارے

(الف) ''اسلامی کانفرنس تنظیم'' کا سب سے اعلیٰ ادارہ سربراہوں کی کانفرنس ہے۔ ابتدا میں اس کے انعقاد کے لئے کوئی مدت مقرر نہ کی گئی تھی۔ لیکن جنوری 1981ء میں مکہ مکرمہ (سعودی عرب) میں منعقدہ تیسری سربراہی کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ سربراہوں کی کانفرنس ہر تین سال کے بعد منعقد ہوا کرے گی۔

(ب) اس تنظیم کا دوسرا اہم ترین ادارہ ''وزرائے خارجہ کی کانفرنس'' ہے' جس کا اجلاس سال میں کم از کم ایک مرتبہ کسی بھی رُکن ملک میں ضرور منعقد کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر مسلم امہ کو کوئی مسئلہ درپیش ہو تو وزرائے خارجہ کا غیر معمولی اجلاس بھی طلب کیا جاسکتا ہے۔ سربراہی اجلاس سے قبل وزرائے خارجہ کی کانفرنس اس کے لئے ایجنڈا تیار کرتی ہے۔ گزشتہ چند برسوں سے اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے دوران میں مسلسل باہمی رابطے اور سالانہ اجلاس کے سلسلے کا آغاز بھی کیا ہے۔ اس وقت (اکتوبر 2003ء) اس تنظیم کے رکن ممالک کی تعداد 57 ہے۔ اس کی رکنیت ہر وہ ملک اختیار کرسکتا ہے جو اقوام متحدہ اور اسلامی کانفرنس کے منشور پر پوری طرح عمل کررہا ہو اور آئندہ کے لئے بھی وہ عمل کرنے کا عہد کرے۔

(ج) سیکرٹریٹ اس کا تیسرا بڑا ادارہ ہے۔ جس کا صدر دفتر سعودی عرب کے شہر جدہ میں ہے۔

(د) چوتھا بڑا ادارہ بین الاقوامی اسلامی عدالت انصاف ہے۔

خصوصی کمیٹیاں

اسلامی کانفرنس کی تنظیم کی خصوصی کمیٹیوں کے نام یہ ہیں: (1) القدس کمیٹی: قیام 1975ء' اس کا مقصد القدس کے بارے میں منظور کردہ اسلامی کانفرنس کی قراردادوں کو عملی جامہ پہنانا ہے۔ (2) مستقل مالیاتی کمیٹی۔ (3) اسلامی کمیشن برائے اقتصادی' ثقافتی اور عمرانی امور (قیام 1976ء) (4) سٹینڈنگ کمیٹی برائے سائنس' اقتصادی اور تجارتی تعاون (قیام 1981ء) (5) سٹینڈنگ کمیٹی برائے اقتصادی اور تجارتی تعاون (قیام 1981ء) (6) سٹینڈنگ کمیٹی برائے اطلاعات اور ثقافتی امور (1981ء) اور اس کے علاوہ (7) کمیٹی برائے یکجہتی (8) چھ رکنی مسلم للہ کمیٹی (9) چھ رکنی کمیٹی برائے فلسطینی امور (10) عبوری کمیٹی برائے افغانستان (11) بوسنیا ہرزے گووینا رابطہ کمیٹی' (12) کشمیر رابطہ گروپ۔ (13) ایک اہم کمیٹی سائنس ٹیکنالوجی کے تعاون (Comstech) کی ہے جس کا صدر دفتر اسلام آباد میں ہے۔ جس کے صدر نشین پاکستان کے صدر مملکت ہیں۔ موجودہ سیکرٹری جنرل پاکستان کے ممتاز سائنس دان پروفیسر ڈاکٹر عطاالرحمٰن ہیں۔

ذیلی تنظیمیں

اسلامی کانفرنس کی ذیلی تنظیمیں یہ ہیں:

(1) بین الاقوامی کمیشن برائے تحفظ اسلامی ثقافت

''اسلامی کانفرنس تنظیم'' کے موجودہ 57 ارکان کی فہرست

آذربائیجان	تاجکستان	صومالیہ	لیبیا
ازبکستان	ترکمانستان	عراق	موریطانیہ
افغانستان	ترکی	عمان	مالدیپ
البانیہ	تنزانیہ	قازقستان	مالی
الجزائر	تیونس	قطر	متحدہ عرب امارت
انڈونیشیا	ٹوگو	کرغستان	مراکش
ایران	جبوتی	کمورو	مصر
بحرین	چاڈ	کویت	ملائیشیا
برکینافاسو	سعودی عرب	کیمرون	موزمبیق
برونائی دارالسلام	سوڈان	گنی	نائیجر
بنگلہ دیش	سری نام	گنی بساؤ	نائیجریا
بوسنیا ہرزیگووینا	سیرالیون	گیبون	وسطی افریقہ جمہوریہ
بینن	سینیگال	گیمبیا	یمن
پاکستان	شام	لبنان	یوگنڈا

اور ورثہ (International Commission for Preservation of Islamic Culture and Heritage) استانبول ترکی (1982ء)

(2) اسلامی مرکز برائے ترقی و تجارت (Islamic Centre for Development of Trade) دارالبیضاء مراکش (1983ء)

(3) اسلامی ادارہ فنیات (Islamic Institute of Technology) غازی ڈھاکا بنگلہ دیش (1981ء)

(4) اسلامی اصول فقہ اکیڈیمی (Islamic Jurisprudence Academy) جدہ سعودی عرب (1986ء)

(5) اسلامی یکجہتی فنڈ (Islamic Solidarity Fund) جدہ سعودی عرب (1974ء)

(6) تحقیقی مرکز برائے اسلامی تاریخ فن اور ثقافت (Recearch Centre for Islamic History, Art and Culture) استانبول (1989ء)

(7) اعداد و شمار معیشت اور عمرانی تحقیق اور تربیت کا مرکز برائے اسلامی ممالک (Statistical, Economic and Social Research and Training Centre for Islamic Countries) انقرہ ترکی (1987ء)

(8) اسلامی یونیورسٹی نیامی (قیام 1984ء)

(9) اسلامی یونیورسٹی یوگنڈا کپالا (قیام 1988ء)

خصوصی ادارے

اس تنظیم کے خصوصی ادارے یہ ہیں:

(1) بین الاقوامی اسلامی خبر رساں ایجنسی (International Islamic New) جدہ سعودی عرب (1976ء)

(2) اسلامی ترقیاتی بنک (Islamic Development Bank) جدہ سعودی عرب (1975ء)

(3) اسلامی تعلیمی سائنسی اور ثقافتی ادارہ رباط مراکش (1986ء)

(4) اسلامی ریاستوں کی نشریاتی تنظیم جدہ سعودی عرب (Islamic States Broadcasting Organisation) (قیام 1975ء)

تنظیم کے ملحقہ ادارے یہ ہیں:

(1) بین الاقوامی انجمن برائے اسلامی بنکاری جدہ سعودی عرب 1977ء (International Association for Islamic Banks)

(2) اسلامی ایوان تجارت وصنعت کراچی پاکستان (Islamic Chamer of Commerce and Industries)۔ (قیام 1979ء)

(3) اسلامی مجلس برائے بین الاقوامی ہلال احمر (Islamic Committee for International Crescent) جدہ سعودی عرب (1979ء)

(4) اسلامی یکجہتی کھیلوں کی انجمن (Islamic Solidarity Sports Federation) ریاض سعودی عرب۔ (1981ء)

(5) اسلامی دارالحکومتوں اور شہروں کی تنظیم (Organisation of Islamic Capitals and Cities) جدہ سعودی عرب (1980ء)

(6) جہاز رانوں کی ملکیتی انجمن (Islamic Shippowners Association) انقرہ ترکی (قیام 1984ء)

تنظیم کا منشور:

اسلامی کانفرنس تنظیم کا منشور 29 فروری تا 4 مارچ 1972ء جدہ (سعودی عرب) میں منعقدہ مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کی تیسری کانفرنس میں منظور کیا گیا۔ اس اجلاس کی یادداشت میں کہا گیا کہ ''اس حقیقت کا یقین کرتے ہوئے کہ مسلمان ممالک کا مشترکہ عقیدہ ان کے درمیان اتحاد اور مفاہمت کی مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے یہ اجلاس اسلام کی روحانی، اخلاقی، معاشرتی اور اقتصادی قدروں کے تحفظ کا عہد کرتا ہے۔ یہ اقدار بنی نوع انسان کی ترقی کے لئے ہمیشہ اہم عوامل رہیں گی۔''

یہ اجلاس اقوام متحدہ کے منشور اور بنیادی انسانی حقوق سے اپنی وابستگی اور ایسے مقاصد اور اصولوں کی پابندی کے فیصلے کا اعادہ کرتا ہے جو مختلف اقوام کے درمیان بار آور تعاون کی بنیاد بن سکتے ہوں۔

اجلاس میں شریک مسلم ممالک کے عوام کے درمیان موجود برادرانہ رشتے اور روحانی دوستی کے روابط کو مزید مستحکم کرنے اور ان کی آزادی اور تہذیب کے اس مشترکہ ورثہ کی حفاظت کرنے کا عزم کرتا ہے جو انصاف، رواداری اور عدم امتیازات کے اصولوں پر مبنی ہے۔

بنی نوع انسان کی بہبود میں اضافے اور ہر کہیں ترقی اور آزادی کو آگے بڑھانے کی کوششوں کے ساتھ یہ اجلاس عالمی امن کے حصول کے لئے تمام ممالک کی مساعی کو یکجا کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تاکہ ان تمام ممالک اور ساری دنیا کے ممالک کو سلامتی، آزادی اور انصاف کی ضمانت مل سکے۔ اجلاس اسلامی کانفرنس کے موجودہ منشور کو منظور کرتا ہے، اس کے منشور میں تنظیم کے ڈھانچے اور اس کو جاری و ساری رکھنے وغیرہ کے ضمن میں بہت سی دفعات شامل ہیں۔

سربراہی کانفرنسیں:

اسلامی تنظیم کے تحت بہت سی سربراہ کانفرنسیں منعقد ہوچکی ہیں۔ اسلامی ممالک کی اس تنظیم کو حقیقی شکل دینے کی ضرورت اس وقت شدت سے محسوس کی گئی جب 21/اگست 1969ء کو اسرائیلی یہودیوں نے مسلمانوں کے جذبات واحساسات کو نظر انداز کرتے ہوئے مسجد اقصیٰ کے ایک حصے کو آگ لگا دی جس کے نتیجے میں نہ صرف پورے عالم اسلام بلکہ امن پسند ملکوں نے بھی اسرائیل کے اس مذموم حرکت کی مذمت کی۔ اس المناک واقعے کے رونما ہونے کے فوراً بعد اگست ہی میں قاہرہ میں عرب لیگ کے ممالک کے وزرائے خارجہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ سعودی عرب اور مراکش کو اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس بلانے کی ذمہ داری سونپی جائے چنانچہ 22 ستمبر سے 25 ستمبر 1969ء تک رباط (مراکش) میں پہلی اسلامی سربراہ کانفرنس منعقد ہوئی' جس میں 24 اسلامی ممالک کے سربراہوں' وزرائے اعظم اور ان کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں بھارتی وفد نے بھی شرکت کی کوشش کی' لیکن پاکستان کی مخالفت پر اسے شرکت سے روک دیا گیا۔ کانفرنس کے اختتام پر جو اعلامیہ جاری کیا گیا اس میں کہا گیا کہ بیت المقدس میں مقاماتِ مقدسہ کو جو خطرہ لاحق ہے وہ اس شہر میں اسرائیلی فوج کی موجودگی کی وجہ سے ہے۔ مقاماتِ مقدسہ کے تحفظ اور ان تک رسائی کے لئے ضروری ہے کہ اس مقدس شہر کو اسرائیلی فوج سے پاک کیا جائے اور اس کو وہی مقام دیا جائے جو جون 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ اور اسرائیلی قبضے سے پہلے اسے حاصل تھا۔

دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس 22 فروری تا 24 فروری 1974ء کو لاہور میں منعقد ہوئی' کانفرنس میں اسلامی ممالک کے بادشاہوں' صدور' وزرائے اعظم اور ان کے نمائندوں نے شرکت کی' ان کے علاوہ عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل' مؤتمر عالم اسلامی کے وفد' رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل اور لبنان کے لاٹ پادری نے بھی خصوصی دعوت پر اس میں شرکت کی۔ کانفرنس کے اختتام پر اعلانِ لاہور جاری کیا گیا۔ اعلانِ لاہور میں اسلامی ممالک میں باہمی اتحاد کو فروغ دینے' ایشیا' افریقہ اور لاطینی امریکہ کی قوموں کی مشترکہ جدوجہد میں ان کا ساتھ دینے' عالمی امن کے قیام کی کوششوں میں حصہ لینے' عرب ممالک کی مکمل اور مؤثر حمایت کرنے' فلسطینی عوام کی جدوجہد آزادی کی بھرپور حمایت کرنے' مقبوضہ عرب علاقوں کو اسرائیل سے واگزار کرانے اور قیمتوں میں اضافے کے پیش نظر کمیٹی کا قیام جیسے اقدامات شامل تھے' اس کانفرنس کے نتائج سے مسلم ممالک کے علاوہ مغربی ممالک کی خارجہ پالیسیوں پر بھی گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ کانفرنس اُمتِ مسلمہ کو باہم متحد کرنے کا سبب بھی بنی۔

تیسری سربراہی کانفرنس' 25 تا 28 جنوری 1981ء کو مکہ مکرمہ اور سعودی عرب کے شہر طائف میں' چوتھی 19 تا 16 جنوری 1984ء کو دار البیضاء مراکش میں' پانچویں 26 تا 29 جنوری' 1987ء کو کویت میں' چھٹی 9 تا 11 دسمبر 1991ء کو بنگال کے شہر ڈھاکہ میں' ساتویں 13-14 دسمبر 1994ء کو دار البیضاء (مراکش) میں آٹھویں سربراہی کانفرنس 9 تا 11 دسمبر 1997ء کو تہران میں منعقد ہوئی۔ نویں کانفرنس اپریل 2003ء میں ملائیشیا کے دارالحکومت کوالالمپور میں عراق پر امریکی حملے کے دوران میں منعقد ہوئی۔ دسویں سربراہی کانفرنس کا سہ روزہ اجلاس 16 تا 18/اکتوبر 2003ء کو ملائیشیا کے انتظامی دارالحکومت پتراجایا میں منعقد ہوا جس کے مشترکہ اعلامیے میں کشمیر' فلسطین اور عراق کے مسائل پر اسلامی ممالک کے مشترکہ مؤقف کا اظہار کیا گیا ہے۔ اعلامیے میں بھارت سے مقبوضہ کشمیر میں رائے شماری کرانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اسرائیل کا اقتصادی بائیکاٹ کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ شام پر عائد امریکی پابندیوں کی مذمت کی گئی ہے اور عراق کے عوام کو وسیع البنیاد نمائندہ حکومت قائم کرنے کا حق واختیار دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اعلامیے میں پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف کی جانب سے اُمہ کے سرکردہ افراد پر مشتمل کمیشن بنانے اور آئندہ سال اسلامی کانفرنس تنظیم کا غیر معمولی سربراہی اجلاس بلانے کی تجویز منظور کر لی گئی ہے۔ آئندہ تین سال کے لئے ملائیشیا کے وزیر اعظم ڈاکٹر مہاتیر محمد کو تنظیم کا صدر نشین منتخب کیا گیا ہے' جو 30/اکتوبر کو وزارتِ عظمیٰ سے سبکدوش ہونے کے بعد ''تنظیم'' کو زیادہ فعال اور بامقصد بنانے کی کوششوں کا اعلان کر چکے ہیں۔

سابقہ اور موجودہ

مسلمان اُمتوں کا ماضی' حال اور مستقبل

اور

مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری

(اشاعت خاص: 45 روپے)

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن 36-k ماڈل ٹاؤن' لاہور

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیرِ نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج مکمل میڈیکل چیک اپ ☆ الٹراساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ/ ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔

النصر لیب :950۔ بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور

فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944

E-mail:alnasar@brain.net.pk Website:www.alnasar.com.pk

سید احمد شہید کی تحریکِ جہاد کا تجزیہ

سرحد کیوں مرکزِ جہاد بنایا گیا؟

تحقیق و تحریر: سید قاسم محمود

یہ مقاصد تھے جن کے لئے پہلے عقائد کی درستی پر زور دیا جاتا رہا۔ چنانچہ 1816ء کے بعد تحریک کا جو طریق کار طے ہوا' اس کے تحت دعوت و تبلیغ اور درس و تدریس پر زور تھا۔ ان کے ذریعے عقائد کی اصلاح کی جاتی رہی' مریدوں کے حلقے بنائے جاتے رہے' معتقدین کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ خطبوں' وعظوں اور جلسوں پر زور دیا جاتا رہا۔ ان سب اقدام کا مطلب ایک ہی تھا کہ عقائد کی اصلاح ہو اور ان میں اتنا جذبہ پیدا ہو جائے کہ یہ خود بہ خود میدان جہاد میں قدم رکھنے کے لئے بے تابی کا اظہار کریں۔ چنانچہ حج یا جماعتیں ان ہی مقاصد کی کڑی ٹھہریں تا کہ تنظیمی اخوت اور بھائی چارے میں اضافہ ہو اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے اور کندھے سے کندھا ملا کر صعوبتیں برداشت کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

مسلح انقلاب کی ضرورت

تقریباً دس برس تک یہ تحریک رائے عامہ کو منظم کرنے اور مسلمان عوام کو ابھارنے میں مصروف رہی' بدعات کے خلاف مہم چلتی رہی' عقائد کی اصلاح پر زور دیا جاتا رہا اور خالص اسلام اپنانے پر پوری توجہ صرف کی جاتی رہی۔ جب ان دس برس کی مسلسل جدو جہد کے بعد یہ محسوس کیا جانے لگا کہ اب یہ تحریک مسلمانوں میں اتنی مقبول ہو گئی ہے کہ ان کو عملی طور پر میدان جہاد میں اتارا جا سکتا ہے تو پھر جہاد کا نعرہ بلند کیا گیا۔ لیکن جہاد کا مرکز کون سا ہو؟ اور کس کے خلاف جہاد کیا جائے؟ یہ دو سوال خاصے اہم تھے۔ سب سے پہلا سوال جس پر دوسرے سوال کے جواب کا انحصار ہے' وہ یہ ہے کہ جہاد کا مرکز کون سا ہو؟

یہ سوال خود سید احمد اور ان کے رفقاء کے سامنے تھا۔ انہوں نے اپنے گرد و پیش دیکھا ہو گا اور اس کے بعد کسی فیصلے پر پہنچے ہوں گے۔ یہ فیصلہ سرحد کے حق میں نکلا۔ سید احمد نے جس وقت اپنے گرد و پیش نگاہ دوڑائی تو ان کو چاروں طرف برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط نظر آیا۔

انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ ہندوستان کے مختلف گوشوں میں کئی ایک اصحاب شمشیر نے اس سیلاب کو روکنے کی کوشش کی۔ ان میں حیدر علی اور ٹیپو سلطان جیسے جانباز بھی تھے' ان میں دینی جذبے سے سرشار بھی تھے۔ غرضیکہ ایک طاقت اس تجارتی کمپنی کی آمد کے سیلاب کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ کسی میدان میں ان کی توپوں اور اسلحے نے شکست دی تو کسی میں ان کی ذہانت' ان کی ریشہ دوانیاں اور ان کا جوڑ توڑ کا ملکہ کامیاب رہا۔ اسی لئے ہندوستان کے اندر کسی آزاد ریاست کا مرکز قائم کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔

اس بارے میں سید احمد کے ایک بہت ہی اہم سوانح نگار مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رقم طراز ہیں:

''سید صاحب کی نگاہ کے سامنے ان لوگوں کا انجام تھا جنہوں نے ہندوستان کے کسی حصے کو اپنی تحریک اور جنگی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور بہت جلد ان کے گرد سازشوں' مخالفتوں اور ریشہ دوانیوں کا ایک جال پھیلا دیا گیا' جس میں وہ جکڑتے چلے گئے اور ان کے ہاتھ پاؤں بندھ کر رہ گئے۔ انگریزوں کی زیرک اور پُرفن حکومت ہر حوصلہ مند قائد اور اپنے ہر مخالف کے لئے ایسے حالات پیدا کر دیتی کہ اس کی جنگی کارروائیوں اور آزادانہ سرگرمیوں کا میدان تنگ سے تنگ ہوتا چلا جاتا اور اسے بہت جلد محسوس ہونے لگتا کہ وہ ایک قفل میں محبوس ہے اور بالکل بے بال و پر اور بے دست و پا ہو کر رہ گیا ہے۔ نواب امیر خاں کا سارا معاملہ سید صاحب کی نظر کے سامنے تھا کہ انگریزوں کے جوڑ توڑ سے وہ کس طرح اکیلا رہ گیا' کس طرح انگریزوں نے اس کے مختلف سرداروں کو اس سے توڑ لیا اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ اپنے آپ کو مصالحت اور معاہدے پر مجبور سمجھنے لگا۔ اس سے پہلے ہندوستان کے دورِ آخر کے سب سے بڑے صاحب عزم امیر ٹیپو سلطان کو انہوں نے کس طرح سب سے کاٹ لیا تھا اور کس طرح اسے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا کہ آخر اس جوانمرد نے تنہا سرخ روئی حاصل کی۔ یہ سید صاحب کی بہت بڑی سیاسی بصیرت تھی کہ انہوں نے ہندوستان کے اندر اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں کا مرکز نہیں بنایا جس کے لئے بہت جلد ایک ایسا جزیرہ بن جانے کے قوی امکانات تھے جس کے چاروں طرف مخالفتوں اور سازشوں کا ایک ایسا سمندر پھیلا ہوا ہوتا جس سے ہو کر کہیں سے کمک یا رسد ملنے کی توقع نہ تھی۔''

سرحد کیوں مرکزِ جہاد بنا؟

تحریکوں کے اجرا کے لئے تاریخی تسلسل اور ماضی کے واقعات کو سامنے رکھنا ازبس ضروری ہوتا ہے۔ جس طرح تحریکوں کے لئے عوام کی خواہشات' تمناؤں' ان کی ضرورتوں' مجبوریوں اور محرومیوں کی نگاہ رکھے بغیر تحریکیں پنپ نہیں سکتیں' اسی طرح ماضی کے واقعات اور تاریخ کے کوائف بھی ان تحریکوں کی کامیابی کے لئے مشعلِ راہ بنتے ہیں۔ سید احمد اور ان کے رفقاء کی مرکز جہاد کے لئے تلاش میں ہندوستان کی تاریخ نے بھی بڑی مدد کی ہے اور یہ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ ہندوستان پر کوئی بھی حملہ آور ایسا نہیں جو خیبر سے نہ آیا ہو۔ اس میں صرف دو مثالیں ایسی ہیں' ایک محمد بن قاسم اور دوسری برطانیہ کی جو اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ دونوں طاقتیں بحری راستے سے آئی تھیں' ان کی پشت پر کوئی فوری فوجی امداد کا سامان نہ تھا۔ اس لئے ہندوستان پر قبضے کے لئے ضروری تھا کہ سرحد پر ایک آزاد مرکز قائم ہو جس کو پیچھے سے کمک پہنچتی رہے کیونکہ اسی ایک راستے سے تمام وہ طاقتیں ہندوستان میں داخل ہوئیں جنہوں نے صدیوں یہاں حکومت کی۔ یہ ماضی کے تجربات تھے جن سے سید احمد اور ان کے رفقاء نے استفادہ کیا۔

ماضی کی ان روایات کے علاوہ گرد و پیش کے حالات نے بھی سرحد ہی کو مرکز بنانے کے حق میں فیصلہ کرنے پر مجبور کیا۔ حالات یہ تھے کہ پنجاب اور سرحد پر سکھ قابض تھے۔ ان کے خلاف ایک حد تک نفرت موجود تھی' کیونکہ سکھ پنجاب اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کو پائیدار سلطنت دینے میں ناکام رہے تھے اور مسلسل لوٹ مار اور قتل و غارت نے پنجاب اور سرحد میں زبردست بے چینی اور اضطراب پیدا کر رکھا تھا۔ سید احمد اور ان کے رفقاء نے خیال کیا کہ ایک طرف یہ اضطراب اور بے چینی موجود ہے' دوسری طرف سرحد کا پورا علاقہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ سرحد کے ساتھ کی تمام ریاستیں مسلمانوں کی ریاستیں ہیں۔ ان کو بھی اس مقدس جنگ کے لئے اکسایا جا سکے گا۔ اس طرح ایک خاصا بڑا علاقہ جو پنجاب' سرحد اور افغانستان پر مشتمل ہو گا'

اس پر اسلامی حکومت قائم کرکے دہلی کی طرف قدم بڑھایا جاسکے گا۔ یہ تدابیر تھیں اور یہ طریق کار تھا جس نے سید احمد اور ان کے رفقاء کو اپنے وطن سے دور ایک بالکل مختلف خطے میں قیام کرنے اور اس کو مرکز جہاد بنانے پر آمادہ کیا۔ اس طریق کار اور ان تدابیر کے متعلق خود سید احمد کے بعض مکتوب شاہد ہیں۔ مثال کے طور پر شاہزادہ کامران کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اس کے بعد میں اپنے مجاہدین کے ساتھ ہندوستان کا رُخ کروں گا تاکہ اس کو کفر وشرک سے پاک کیا جائے۔ اس لئے کہ میرا مقصود اصلی ہندوستان پر جہاد ہے، نہ کہ ملک خراسان میں سکونت اختیار کرنا۔"

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقصود ہندوستان پر اسلامی حکومت قائم کرنا تھی، سرحد سے یلغار کرنا ایک طریق کار تھا اور چونکہ اس راستے میں سب سے پہلے سکھ مملکت آتی تھی، اس لئے ان سے جنگ لازمی ہوگئی۔ اس سرحد کے انتخاب میں ایک اور عنصر نے بھی خاصا اہم پارٹ ادا کیا ہوگا اور وہ تھے سید احمد کے وطن کے افغان، جن میں سے کئی ایک ان کے اس لشکر میں بھی شامل تھے۔ چنانچہ سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"ہندوستان کی شمال مغربی سرحد کے انتخاب میں اس بات نے بھی مدد دی ہوگی کہ افغانوں کی جوانمردی، سپہ گری، جنگی صلاحیت اور شجاعت وتہور کی ہندوستان میں بڑی شہرت تھی۔ جو افغانی ہندوستان کے مختلف حصوں میں ایک عرصے سے سکونت پذیر تھے وہ ان مردانہ اوصاف کے حامل اور سپہ گری میں ممتاز تھے۔ اودھ کی فوج انہی پٹھان افسروں کی ماتحتی میں تھی۔ نواب فقیر محمد خاں آفریدی، عبدالباقی خاں قندھاری، یہ سب افغانی الاصل اور سرحدی پٹھان تھے۔ خود نواب امیر محمد خان اور اس کے اکثر سردار اور رفقائے کار افغانی تھے۔ روہیل کھنڈ جو ہندوستان میں مسلمانوں کی فوجی طاقت اور دینی حمیت کا ایک بڑا مخزن تھا اور وقتاً فوقتاً مرکز دہلی کو بھی تازہ خون اور نئی طاقت عطا کرتا رہتا تھا، افغانوں سے آباد تھا۔ خود رائے بریلی میں جو سید صاحب کا وطن ہے، میاں آباد کا محلہ پٹھانوں کا تھا۔ سید صاحب ان کی مردانگی اور جوانمردی سے خوب واقف تھے۔ ان میں سے کثیر التعداد لوگ سید صاحب سے ارادت وبیعت کا تعلق رکھتے تھے اور آپ کی رفاقت کے لئے کمربستہ رہتے تھے۔ ان سب کے تعلقات اور رشتہ داریاں افغانستان اور سرحد کے افغانی قبائل میں تھیں۔ انہوں نے بھی سید صاحب کو اپنے وطن یعنی افغانستان وسرحد کو اپنی دعوت جہاد کا مرکز بنانے کا مشورہ دیا ہوگا۔ اپنے اعزہ اور اہل تعلق کی مدد کی امید دلائی ہوگی۔ ان سب چیزوں نے آپ کو اس پر آمادہ کیا کہ آپ اس افغانی آزاد علاقے کو اپنی مجاہدانہ دعوت و تحریک کا مرکز بنائیں۔ جس سے آپ کو اپنے مقصد کے لئے بہترین سپاہی اور جنگ جو جنگ آزما رفیق بہت بڑی تعداد میں مل سکتے ہیں۔"

سکھوں کے خلاف جہاد یا اسلامی حکومت کا قیام؟

اب سرحد کو مرکز جہاد بنانے کے سلسلے میں جو دلائل دیئے گئے ہیں، اور اس میں وہ مؤرخ بھی شامل ہیں جو سید صاحب سے بے پناہ عقیدت اور شیفتگی رکھتے ہیں، ان کی بھی شہادتیں درج کی گئی ہیں۔ ان سے ایک بات قدر مشترک کے طور پر ثابت ہوتی ہے کہ اس جہاد کا مقصد فقط سکھوں کے خلاف جنگ نہ تھا، بلکہ اس برصغیر پر اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ اب اس راستے میں سکھ آئے، ان سے جنگ کرنا پڑی۔ اگر ان کی جگہ مرہٹے ہوتے تو ان کے خلاف جنگ ہوتی۔ اس لئے صرف یہ بات کہنی کہ سکھوں کے مظالم حد سے گزر گئے تھے۔ اس لئے ان مظالم نے سید احمد اور ان کے رفقاء کو ان کے خلاف جہاد پر مجبور کیا، حقائق سے منہ موڑنے کے مترادف ہے۔ اس لئے اس تحریک جہاد کو صرف سکھ دشمن تحریک کے طور پر پیش کرنا سراسر غلط ہے۔ یہ تحریک اپنی برائیوں کے باوجود ایک مثبت تحریک تھی۔ ایک ایسی تحریک تھی، جو مسلمانوں کے لئے اُن طبقوں کی نمائندگی کرتی تھی جو مسلمان بادشاہت سے منسلک تھے اور اس اقتدار کے بٹ جانے سے اپنی عزت اور اپنے وقار اور خوشحالی اور تو اور اپنی زمینداریوں سے محروم ہوگئے تھے۔ اس لحاظ سے اس تحریک کا ایک غیر شعوری مقصد یہ بھی قرار پایا تھا کہ بہتے ہوئے پانی کو واپس لایا جائے، رو بہ زوال طبقے کو پھر بام عروج پر پہنچایا جائے۔ مغل سلطنت کا جو سورج ڈھل چکا ہے اس کو دوبارہ اپنی پوری تاب ناکیوں کے ساتھ طلوع ہونے میں مدد دی جائے۔ یہ مقاصد کتنے سہانے، کتنے دل موہ لینے والے تھے، کتنی بے پناہ کشش یہ اپنے اندر پنہاں رکھتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود یہ تحریک ناکام ہوئی اس لئے کہ گزرے ہوئے زمانے کو واپس لانے والی تحریکیں شاذ ہی کامیاب ہوتی ہیں کیونکہ جو پانی بہہ جاتا ہے اس کو کون واپس لاسکتا ہے؟ جو طبقہ اپنی افادیت کھو بیٹھتا ہے وہ دوبارہ معاشرے کی رہنمائی نہیں کرسکتا۔ وہ معاشرے کو ترقی سے ہمکنار نہیں کرسکتا۔ نئے اور پرانے کی جنگ میں پرانا نظام اپنی تمام گزشتہ ورفتہ دلکشیوں کے باوجود نئے نظام کے ہاتھوں بٹ جاتا ہے۔ اس شکست پر کتنا بھی ماتم کیا جائے، لیکن پرانے کو بہرحال مٹنا ہوتا ہے۔ جو گل گیا ہے اس کو بہرحال سڑنا ہے۔ جو بوڑھا ہوگیا ہے اسے بہرحال زیر زمین دفن ہونا ہے۔ ہندوستان میں بھی مغل بادشاہت کا نظام اپنی تمام دلکشیوں کے باوجود فرسودہ ہو چکا تھا، گل چکا تھا، وہ لوگوں کو خوشحالی دینے سے قاصر تھا۔ اب وہ صرف محمد شاہ رنگیلا ہی پیدا کرسکتا تھا۔ اب اس نظام کو احمد شاہ ابدالی کی تلوار یا نجیب الدولہ کی جرأت، بہادری یا پھر امیر محمد خان کی جولانیٔ طبع کوئی بھی سہارا نہیں دے سکتی تھی۔ اسی طرح سے سید احمد اور شاہ اسماعیل کا زہد وتقویٰ، جرأت وبہادری اور خطابت وعلمیت بھی اس نظام کے احیا کے لئے گارے اور چونے کا کام نہیں دے سکتی تھی، کیونکہ حالات بدل چکے تھے۔ ایک ایسی طاقت ہندوستان پر قابض ہو چکی تھی جس نے معیشت اور نظم ونسق میں زبردست انقلاب بپا کردیا تھا۔ اس انقلاب سے جو حالات پیدا ہوئے اس نے مسلمانوں کے ایک حصے اور دوسری اقوام کے اس تحریک کی تائید سے باز رکھا۔

اس کے بعد میں اپنے مجاہدین کے ساتھ ہندوستان کا رُخ کروں گا تاکہ اس کو کفر وشرک سے پاک کیا جائے۔ اس لئے کہ میرا مقصود اصلی ہندوستان پر جہاد ہے، نہ کہ ملک خراسان میں سکونت اختیار کرنا۔

انیسویں صدی کے پہلے وسط میں جب یہ تحریک جہاد شروع ہوئی تو اس وقت شمالی ہند میں مقابلتہً منظم طاقت صرف رنجیت سنگھ کی تھی ورنہ پورا ہندوستان انگریزوں کے قبضے میں جا چکا تھا۔ اس لئے جب تحریک جہاد کی ابتدا ہی اکیلی اس طاقت سے ہو جو اس برصغیر میں دیسی راج کی مظہر رہ گئی ہو تو لامحالہ یہ سوال اٹھتا ہے کہ کہیں یہ انگریز کی بھی خواہش تو نہ تھی کہ وہ ایسے حالات پیدا کردے کہ یہ مجاہدین اسی منظم طاقت کے خلاف جہاد شروع کردیں اور وہ اتنی کمزور ہو جائے کہ انگریزوں کے لئے اس پر چڑھ دوڑنا آسان ہو جائے۔ ایک صدی سے اس قسم کے خدشات اور وسوسوں کا اظہار ہوتا رہا ہے۔

اس تحریک کے گرد اس قسم کا تانا بانا بنا گیا ہے کہ اس میں سے تحریک کے متعلق اصل حقائق کو منظر عام پر لانا خاصا مشکل کام ہوگیا ہے۔ اس تحریک پر پچھلے پچیس تیس برس میں بے پناہ کام ہوا ہے۔ لیکن یہ کام مختلف اہل علم اور اہل دانش نے سال ہا سال کی تحقیق وجستجو کے بعد کیا ہے۔ تحریکوں کے ایک ایک خدوخال پر عرق ریزی کی ہے لیکن اس کے باوجود ان تحریکوں کے تجزیئے سے گریز کیا ہے اور صرف ان کو تقدیس کے ترازو میں تولا ہے یا پھر اپنے وقت کی سیاسی ضرورتوں کے پیش نظر ان تحریکوں کو کھنگالا گیا ہے یا پھر ایک گروہ نے ان تحریکوں کے دینی عقائد سے اختلاف کی بنا پر ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ غرضیکہ چاروں طرف سے ان تحریکوں پر مختلف قسم کی یورشیں ہوئی ہیں، جن کی وجہ سے ان کی اچھائیاں اور برائیاں نمایاں نہیں ہو پاتیں۔

(جاری ہے)

مبارک اے اسرائیل' مبارکباد!

ترجمہ: محمد عدنان ہارون

✱ آج میں شہر کے اندر اپنی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ میرے آگے آگے ایک وین تھی' جس کے عقب میں ایک بہت بڑا اسٹکر لگا ہوا تھا۔ سٹکر کے وسط میں اسرائیل کا پرچم تھا' جس کے نیچے بائبل کی کتاب ''پیدائش'' کا یہ اقتباس موٹے حروف میں لکھا ہوا تھا: ''جو تجھے مبارک کہیں' اُن کو میں برکت دوں گا''۔

"I will bless those who bless thee".

یہاں میں اسرائیل کا شکریہ ادا کرنے اور اسے مبارکباد دینے کے اپنے دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں .....

اسرائیل' جو کہ مشرقِ وسطیٰ میں ہمارا واحد دوست ہے اور مجھے یقین ہے کہ زیادہ تر امریکی اس بات سے بے خبر ہیں کہ ہمارا یہ دوست کس قسم کا ہے اور اس کے کیا کرتوت ہیں اور یہ ہمارے امریکا کے لئے کیا کچھ کرتا رہا ہے۔

اے اسرائیل' تو جو گزشتہ چالیس برس سے میرے امریکی بھائیوں سے چار ارب ڈالر سالانہ نچوڑ کر ہضم کرتا جا رہا ہے اور ڈکار تک نہ لی' اس پر ہماری مبارکباد!

ہماری انتہائی ترقی یافتہ اور اہم ترین ملٹری ٹیکنالوجی حاصل کرنے' بلکہ اپنے حربوں سے چرانے پر' اور اُن کی کوئی بھی قیمت ہمارے صنعت کاروں کو ادا نہ کرنے پر' ہماری مبارکباد قبول فرمایئے!

ہماری ہائی ٹیک ملٹری ٹیکنالوجی حاصل کر کے' اُسے ہمارے دشمنوں (روس' چین وغیرہ) کے ہاتھوں فروخت کرنے اور یوں امریکا کی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے پر' ہماری مبارکباد!

ہمارے امریکا کے بحری جہاز ''یو ایس ایس لبرٹی'' پر ہمارے ہی حاصل کردہ اسلحے سے حملہ کرنے اور اُسے غرق کرنے پر ہماری مبارکباد!

''یو ایس ایس لبرٹی'' میں اُن بھیانک جنگی جرائم کے امریکی سپاہیوں کے عینی شواہد کا سارا ریکارڈ موجود تھا۔ جن کا ارتکاب تو نے چھ روزہ جنگ کے دوران صحرائے سینائی میں مصری سپاہیوں کے خلاف کیا تھا۔ یہ جہاز غرق کر کے تو نے پوری دنیا کو ان جنگی جرائم سے مطلع کرنے کے حق سے ہم امریکیوں کو محروم کر دیا۔ اس پر مبارکباد اے اسرائیل' مبارکباد!

اس جہاز پر سوار 35 امریکی جہاز رانوں کو ہلاک اور 170 کو زخمی کرنے پر' ہماری مبارکباد۔

اپنے اس گھناؤنے جرم کو چھپانے کے لئے ہماری امریکی حکومت کو' قانون کی راہ اختیار نہ کرنے پر مجبور کر دینے پر مبارکباد!

اپنے یہودی ایجنٹ مصر بھیجنے اور امریکی عمارات کو اڑا دینے پر' تا کہ الزام عربوں پر دھرا جائے' تجھے ہماری مبارکباد!

صدر ریگن کے عہد میں اپنے یہودی ایجنٹ لیبیا بھیجنے اور عربی زبان میں ریڈیائی پیغامات نشر کرنے پر' تا کہ امریکا کو اُس کے خلاف ہونے والی ''دہشت گردی'' کی پیشگی جھوٹی اطلاع دی جا سکے اور امریکا یوں قذافی کے خلاف فوجی کارروائی کرے' ہماری مبارکباد قبول ہو!

تو نے جس طرح لبنان میں امریکی میرین بیرکوں پر ہونے والے حملوں کے منصوبے سے پوری طرح باخبر ہونے کے باوجود' جو تجھے مسلم ملکوں میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا اور جسے تُو نے عربوں کے خلاف اپنے عزائم و مفادات کی خاطر' امریکا سے دانستہ چھپائے رکھا' تیرا یہ اندازِ دوستی' تجھے مبارک ہو!

ایک امریکی سرکاری ملازم جوناتھن پولارڈ کو بھاری رشوت دے کر اپنا جاسوس مقرر کر کے' اپنے خود غرضانہ مقاصد کی خاطر امریکا کی سلامتی کے اہم راز چرانے پر مبارکباد اے اسرائیل' مبارکباد!

فلسطینیوں سے امن معاہدہ کروانے کے لئے' جن پر تُو پچاس سال سے انتہائی بے دردی سے ظلم ڈھا رہا ہے اور اُن کا قتال کر رہا ہے۔ اپنی ایک ایجنٹ مونیکا لیونسکی کے ذریعے صدر کلنٹن کو بلیک میل کرنے پر' ہماری مبارکباد!

اپنے عرب ہمسایوں سے' جن کو تُو نے جانور سمجھ کر ان کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کرتا ہے' اُن سے کئے گئے معاہدے کو یک طرفہ طور پر توڑ دینے پر' مبارکباد!

پہلی بش حکومت کے اندر اپنے ایجنٹوں کے ذریعے امریکا کو پہلی خلیجی جنگ میں دھکیلنے' اور امریکی مردوں اور عورتوں کو ہلاک کرانے پر مبارکباد!

ہمارے ملک میں گیارہ ستمبر کو ''ٹریڈ سنٹر'' اور دوسرے مقامات پر حملے کرانے' پھر ہماری حکومت کو بلیک میل کرنے پر مبارکباد اے اسرائیل' مبارکباد!

اِن حملوں کے بعد ہماری حکومت نے تمہارے جو ایک سو سے زیادہ جاسوس گرفتار کئے تھے' انہیں ہماری حکومت کو رشوت دے کر' واپس اسرائیل بھجوانے پر بہت بہت مبارکباد!

گیارہ ستمبر کے سانحے میں تمہارے ملوث ہونے کی اطلاعات جب آشکار ہونے لگیں تو انہیں امریکی عوام سے چھپانے اور دبانے پر' اور ہمیں ایک غلط سمت میں لے جانے پر مبارکباد!

عربوں پر الزام دھرنے کے مقصد کے تحت' امریکی آرمی کی اسلحہ لیبارٹری سے اپنے ایک یہودی ایجنٹ سے انتھراکس چرانے اور ہمارے ڈاک کے نظام کے ذریعے امریکی شہریوں کو ہراساں اور بعض کو ہلاک کرنے پر اسرائیل' تجھے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

پچھلے پچاس سال کے دوران میں بنائے گئے اپنے تمام دشمنوں سے حساب چکانے کے لئے امریکی حکومت میں اپنے ایجنٹوں رمز فیلڈ' وولفووٹز' پرل' ابرامز وغیرہ کے ذریعے مشرقِ وسطیٰ میں جنگ چھیڑنے پر مبارکباد!

اخبارات میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے جنگ کی لحظہ بہ لحظہ جھوٹی اور غلط رپورٹنگ پر' اور اپنی اُڑائی ہوئی افواہوں پر اور سچ کو چھپانے اور جھوٹ کو پھیلانے پر اسرائیل تجھے مبارکباد!

عیسائی برادری میں اپنے زرخرید پادریوں کے ذریعے یہ جھوٹ پھیلانے پر اسرائیل تجھے مبارکباد!

عیسائی برادری میں اپنے زرخرید پادریوں کے ذریعے یہ جھوٹ پھیلانے پر کہ تم خدا کے منتخب اور برگزیدہ لوگ ہو' اور امریکیوں سے اپنی اصل حقیقت چھپانے پر' اے اسرائیل تجھے جتنی بھی مبارکباد دی جائے' کم ہے!

امریکا کو اپنا شکاری کتا بنانے پر' اور اس کے بیٹوں اور بیٹیوں کو اپنی آئندہ جنگوں کی آگ میں جھونکنے پر تجھے مبارک ہو!

ہمارے آزمائے ہوئے دوستوں کو ہمارا دشمن بنانے پر' اور ہمیں اُن کا دشمن بنانے پر' اور اس سازش کو کامیاب بنانے پر اسرائیل تجھے مبارک باد!

اور سب سے بڑھ کر ہمارے اخبارات و جرائد اور ہمارے اہلِ عقل و دانش کے ذریعے ہمارے دماغوں میں فحاشی پھیلانے پر' ہمیں اپنی تاریخ' مذہب اور ثقافت سے نفرت دلانے پر' ہماری امریکی قوم کو نسل پرست بنانے پر' گروہ وار تقسیم در تقسیم کرنے پر' اپنی تمام گندگیوں اور قباحتوں سے ایک عظیم قوم کو ایک سڑی ہوئی متعفن لاش بنانے پر' مبارکباد اے اسرائیل' مبارکباد!

پر مبارکباد' اے اسرائیل' مبارک باد!

ایمان باللہ

تحریر: جناب رحمت اللہ بٹر۔ ناظم دعوت تنظیم اسلامی' پاکستان

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ' كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ' وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا' غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ o﴾ (البقرہ :285)

لفظی معنی: ایمان امن سے بنا ہے اور اس کا حاصل بھی انسان کا داخلی امن ہے یعنی تسکین قلبی۔ انسان کو ایمان تبھی حاصل ہوتا ہے جب اس کائنات کے حقائق تک اس کی رسائی ہو جائے۔ اس کے لئے مالک کائنات نے اس کی ہدایت و رہنمائی کا بندوبست کیا ہے۔ ارشاد رباری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا' مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا' وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ o﴾ (الشوریٰ : 52)

''اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے۔ تم نہ تو قرآن کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو' لیکن ہم نے اس (قرآن مجید) کو نور بنایا ہے کہ اس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بے شک آپ (اے محمد ﷺ) سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔''

اصطلاحی معنی: ''تَصْدِيْقٌ بِمَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' (اس شے کی تصدیق کرنا جو نبی اکرم ﷺ لے کر آئے ہیں)

ایمان دو اجزاء ترکیبی کا مجموعہ ہے۔ نور فطرت' نور وحی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی روح میں نور فطرت ودیعت کیا ہے۔ یعنی اسے یہ شعور دے کر بھیجا ہے کہ اس کا رب اللہ ہے اور اسے اپنے رب کی اطاعت اختیار کرنا ہے۔ نور وحی آ کر انسان کے اس شعور کی تصدیق بھی کرتا ہے' اس کی تفاصیل بھی بتاتا ہے اور آیات انفسی و آیات آفاقی کے ذریعے وہ یقین پیدا کر دیتا ہے جو تسکین قلبی کے لئے ضروری ہے۔

بنیادی طور پر ایمان کی تین شاخیں ہیں:

۱) ایمان باللہ

علمی و نظری لحاظ سے اصل ایمان' ایمان باللہ ہی ہے اور ایمان بالقدر بھی اسی کا حصہ ہے۔ جب ایمان کی اجمالاً تشریح کی جائے گی تو صرف اسی ایمان کا ذکر آئے گا۔ چنانچہ 'ایمان مجمل' کے الفاظ ہیں:

آمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ
وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ
وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ

یعنی ''میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے اسماء حسنیٰ اور صفات کے حوالے سے ہے' اور میں نے اس کے تمام احکام قبول کئے' زبان سے گواہی دے کر اور دل سے تصدیق کرتے ہوئے۔'' یہی ایمان انسان کی زندگی کا مقصد متعین کرتا ہے اور اسے وہ روشنی عطا کرتا ہے کہ جس سے کائنات کی تمام ظلمات اور پیچیدگیاں دور ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کا معاملہ اس شخص کی مانند ہو جاتا ہے جو راہ مستقیم پر گامزن ہو۔ جیسے سورۃ الملک میں فرمایا گیا:

﴿اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

''بھلا وہ شخص جو اپنے چہرے کے بل گھسٹ رہا ہو وہ راہ یافتہ ہے یا وہ جو سیدھا ایک سیدھی راہ پر گامزن ہو؟''

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ اللہ کا ماننا وہی معتبر اور کارآمد ہے جو اس کے اسماء حسنیٰ اور صفات کے حوالے سے ہو۔ ورنہ صرف یہ جان لینا کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہے جس نے اس کو پیدا کیا کافی نہیں ہے' کیونکہ یہ بات تو چاروناچار ہر ایک کو ماننی پڑتی ہے اور دنیا کے تمام فلاسفہ اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس کارخانہ لامتناہی کے لئے کوئی علت العلل ناگزیر ہے۔ تاہم ان کی اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ اب یہ کائنات خود بخود کام کر رہی ہے اور اسباب وعلل کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

ایمان باللہ کا اصل حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ صرف خالق کائنات مانا جائے بلکہ یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ اب بھی یہ کائنات اسی کے انتظام واختیار میں ہے اور جہاں جو کچھ بھی وقوع پذیر ہو رہا ہے اسی کے اذن سے ہو رہا ہے۔ وہی اس کائنات کا بادشاہ اور مالک ہے۔ وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا اور ہر چیز پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اگرچہ اس نے اس کائنات کو کچھ طبعی قوانین (Physical Laws) کے تحت حرکت دی ہے' لیکن وہ پورا پورا اختیار رکھتا ہے کہ جب چاہے کسی قانون کو معطل کر دے یا اس کو بدل دے' یا کسی قوت کی تاثیر کو ختم کر دے۔ گویا وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے۔

یہ ساری کائنات اسی کے دائرہ اختیار میں ہے اور اسی نے ہر چیز کا انداز ٹھہرا رکھا ہے۔ اس کا علم مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ (جو کچھ ہو چکا اور جو بھی ہونے والا ہے) پر محیط ہے اور یہاں کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو اس کی منشاء کے خلاف کچھ کرنے کا ارادہ بھی کر سکے:

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ' اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

''تم کسی چیز کی خواہش بھی نہیں کر سکتے مگر یہ کہ جو اللہ چاہے' کیونکہ وہ علم والا اور حکمت والا ہے۔'' (الدھر: 30)

موت وحیات کا یہ سلسلہ خود بخود نہیں چل رہا بلکہ وہی ہے جو ہر چیز کو حیات بخشتا ہے اور وہی ہے جو اس پر موت طاری کرتا ہے' اور اسے اس کا پورا اختیار ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضور ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا بیماریوں میں دوا اور جنگ میں ڈھال کا استعمال خدائی تقدیر کو ٹال سکتا ہے؟ (یعنی اگر نہیں ٹال سکتا اور وہی کچھ ہوتا ہے جو تقدیر الٰہی میں ہے تو اس کا فائدہ؟) اس پر آپؐ نے فرمایا: ''میرے صحابہؓ تم ان اسباب کو تقدیر سے خارج کیوں سمجھتے ہو؟ تقدیر میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ دوا کرو گے تو شفایاب ہو گے' اور سپر استعمال کرو گے تو دشمن کے وار سے بچ جاؤ گے۔'' چنانچہ اسباب و وسائل بھی حیطۂ تقدیر میں داخل ہیں۔ اس ضمن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ایک حدیث ملاحظہ ہو:

قَالَ : كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ : ((يَا غُلَامُ' اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ' اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ' وَاِذَا سَاَلْتَ فَاسْاَلِ اللّٰهَ' وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ' وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ' وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَضُرُّوْكَ

بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیْکَ، رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ))

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کہتے ہیں کہ میں ایک دن آنحضور ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا کہ آپؐ نے فرمایا: ''اے بچے! تو اللہ کی (حدود کی) حفاظت کر اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا' تو اللہ (کے احکام) کی حفاظت کر تو اس کو اپنے سامنے پائے گا' اور جب بھی مانگنا ہو تو اللہ سے مانگ اور جب کسی مدد کی ضرورت ہو تو اللہ سے مدد طلب کر' اور اچھی طرح جان لے کہ اگر تمام لوگ اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ تمہیں کوئی نفع پہنچائیں تو ہرگز نفع نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے تیرے لئے مقدر کر رکھا ہے اور اگر سارے لوگ مل کر تمہارا کوئی نقصان کرنا چاہیں تو وہ تجھے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے تیرے لئے لکھ رکھا ہے' (جان لو) قلم اٹھا لئے گئے ہیں اور رجسٹر خشک ہو گئے ہیں۔''

یعنی اللہ نے جن چیزوں کو معین کر دیا ہے اب انہیں کوئی بدل نہیں سکتا۔ یہ ہے اللہ کا اختیار' اس کی قدرت اور علم کا تصور جو قرآن مجید دیتا ہے اور اللہ کو اسی طور پر ماننے کا نام ایمان ہے۔

آج کے مادی دور میں اللہ تعالیٰ کی اس معرفت میں کمی واقع ہوئی ہے اور انسان کا سارا انحصار کائنات کے وسائل پر ہو گیا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کائنات کی تمام اشیاء میں جو تاثیر ہے وہ ان کی ذاتی اور مستقل ہے اور وہ خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے اور اسے پکارنے کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ ان چیزوں کی تاثیر اس کے اختیار کے تحت نہیں ہے۔ اور یہی وہ فتنہ دجالیت ہے جس کے بارے میں تمام انبیاء و رسل اپنی امتوں کو خبردار کرتے رہے کہ مبادا وہ اس میں ملوث ہو جائیں اور اسی فتنے کے بارے میں آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اس فتنہ میں ملوث انسان اگر دن کو مومن ہو گا تو رات کو کافر ہو جائے گا اور رات کو مومن ہو گا تو دن کو کافر ہو جائے گا' اس لئے کہ وسائل کے حصول کے لئے وہ اللہ کے حضور حاضر ہونے کی بجائے ان ہی کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھے گا اور ان کی خاطر ایمان سے تہی دامن ہو جائے گا۔''

آج عالم اسلام کے تمام ممالک کا یہی نقشہ نظر آ رہا ہے کہ ان کے ارباب بست و کشاد کو اللہ تعالیٰ کے مالک الملک اور قاضی الحاجات ہونے پر یقین کی بجائے اصل اعتماد امریکہ بہادر اور عالمی مالیاتی اداروں پر ہے کہ وہ ان سے مدد کا حصول اپنی قومی زندگی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں اور ان کے کہنے پر حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرا رہے ہیں اور ان کی فرمانبرداری میں اللہ کی صریحاً نافرمانی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ گویا جو اصل حقیقت ہے اس سے آنکھیں بند ہیں اور جو دھوکہ اور دجل و فریب ہے اس پر پورا اعتماد ہے۔ اللہ کی بجائے کائنات' روح کی بجائے جسمِ خاکی اور حیات اُخروی کی بجائے حیات دنیوی توجہات کا مرکز و محور بن چکے ہیں۔

قرآن مجید انسان سے جس ایمان کا مطالبہ کرتا ہے اور جسے ایمان واقعی قرار دیتا ہے وہ تو اللہ کو مالک الملک' مختار مطلق اور تمام اشیاء پر قہار ہونے پر یقین ہے۔ از روئے الفاظ قرآنی

﴿لِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْهِنَّ' وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○﴾ (المائدہ : 120)

''اللہ ہی کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس پر بھی' اور وہی ہے جو ہر چیز پر اختیار رکھتا ہے۔''

﴿قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ○﴾ (الانعام : 14)

''کہہ دیجئے: کیا میں اللہ کے علاوہ کسی اور کو مددگار سمجھوں حالانکہ وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے' اور وہ ہر کسی کو کھانا کھلاتا ہے اور خود کھانا نہیں کھاتا۔ کہو مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کروں اور تاکید کی گئی ہے کہ شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤں۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی' یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ' ذٰلِکُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ○﴾

''اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے' وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ پھر تم کدھر بہکے جا رہے ہو؟'' (الانعام:96)

اور یہی وہ ایمان باللہ ہے جو مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ یقین عطا کرے تاکہ اس کی طرف رجوع ہو۔ جیسا کہ فرمایا گیا:

﴿قُلْ مَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِکُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ' فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ' فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ فَذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ' فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ ○﴾ (یونس : 31-32)

''ان (اللہ کے علاوہ دوسروں پر انحصار کرنے والوں) سے پوچھئے: کون ہے جو تمہیں رزق مہیا کرتا ہے آسمان اور زمین سے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہے؟ اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون ہے جو نظم عالم کی تدبیر کرتا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ یہ تو اللہ ہی ہے۔ بس فرما دیجئے: تو کیا تم (اس کی نافرمانی سے) بچتے نہیں؟ بس یہ ہے تمہارا مالک حقیقی۔ پھر حق کے علاوہ تو گمراہی ہی ہوتی ہے' آخر یہ تم کہاں بھٹکتے پھرتے ہو؟''

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَاَنَّ رُوْحَ الْاَمِیْنَ نَفَثَ فِیْ رَوْعِیْ اَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَهَا' اَلَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوا الطَّلَبَ وَلَا یَحْمِلَنَّکُمْ اِسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعَاصِی اللّٰهِ فَاِنَّهُ یُدْرَکُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ)) (بیهقی عن عبداللّٰه بن مسعودؓ)

''روح الامین نے یہ بات میرے جی میں ڈال دی ہے کہ کوئی نفس نہیں مرتا جب تک اپنا رزق مکمل نہ کر لے (جو اللہ نے اس کے لئے ماں کے پیٹ ہی میں مقرر کر دیا تھا) پس تم اللہ کی نافرمانی سے بچو اور طلب میں جائز راستہ اختیار کرو اور کہیں کم رزق تمہیں حرام میں طلب پر مجبور نہ کر دے' کیونکہ جو اللہ کے پاس ہے وہ اس کی فرمانبرداری کے ذریعہ طلب کرنا چاہئے۔''

وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : ((مَنْ غَدَا اِلَی الصَّلٰوةِ الصُّبْحِ غَدَا بِرَایَةِ الْاِیْمَانِ وَمَنْ غَدَا اِلَی السُّوْقِ غَدَا بِرَایَةِ اِبْلِیْسَ)) (ابن ماجه)

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص صبح کرتا ہے نماز سے (یعنی اللہ کے سامنے اپنی عبدیت ظاہر کرنے اور اسی سے مانگنے سے) تو اس نے ایمان کے جھنڈے تلے صبح کی اور جو صبح ہی صبح (نماز پڑھے بغیر) بازار چلا گیا روزی حاصل کرنے کے لئے (یعنی وہ روزی رساں دکان و کاروبار ہی کو سمجھ رہا ہے) تو اس نے شیطان کے جھنڈے تلے صبح کی۔''

ایمان بالقدر کے بارے میں یہ جان لیں:

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ((اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ حَقِیْقَةً وَمَا بَلَغَ عَبْدٌ حَقِیْقَةَ الْاِیْمَانِ حَتّٰی یَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَهٗ لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَهٗ وَمَا اَخْطَاَ لَمْ یَکُنْ لِیُصِیْبَهٗ)) (احمد و طبرانی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور بندہ ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا یہاں تک کہ وہ یہ بات جان لے کہ اسے جو کوئی (مصیبت وغیرہ) پہنچی ہے وہ اس سے چوکنے والی نہ تھی' اور جو کوئی چوک گئی ہے وہ اسے پہنچنے والی نہ تھی۔''

(جاری ہے)

شہر بہ شہر، قصبہ بہ قصبہ ''تنظیم اسلامی'' کی سرگرمیاں اور اطلاعات

صدر مؤسس محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا دورۂ بحرین

بحرین کے دوران قیام ''تنظیم'' کے رفقاء دوبئی سے خاص طور پر محترم ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لئے بحرین آئے اور چار پانچ روز مسلسل ہمراہ رہے۔ رفقاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں: کفایت اللہ حسین صاحب، عبدالعزیم صاحب، جمیل نظیر صاحب، محمد علی صاحب، فیاض صاحب۔ ''تنظیم'' کے ایک رفیق جناب نور عالم خاں، بحرین میں موجود تھے۔ بحرین میں ایک اُسرہ بنا دیا گیا ہے اور ان کو نقابت کے فرائض سونپے گئے ہیں۔

محترم صدر مؤسس بدھ 24 ستمبر بعد نماز فجر لاہور سے بحرین کے سفر پر روانہ ہوئے۔ انجینئر محمد علی بھی ان کے ہمراہ تھے۔ مسقط میں ایک گھنٹہ رکتے ہوئے یہ حضرات گلف ایئر سے تقریباً گیارہ بجے، بحرین پہنچے۔

بحرین کی آبادی تقریباً سات لاکھ ہے جن میں 40 فیصد بیرونی ممالک کے باشندے اور 60 فیصد مقامی لوگ ہیں۔ پاکستانیوں کی تعداد تقریباً پچاس ہزار ہے۔ بحرین کی نیوی اور پولیس میں بہت سے پاکستانی شامل ہیں۔

بحرین میں ہوائی اڈے پر ادارہ ''ڈسکور اسلام'' کی طرف سے احمد الخان صاحب اور محمد زبیر صاحب استقبال کے لئے موجود تھے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے لئے ایک اعلیٰ ہوٹل میں قیام کا اہتمام تھا۔

اسی رات آٹھ بجے محترم ڈاکٹر صاحب نے مسجد فاتح میں خطاب فرمایا۔ اگلے منگل یعنی 30 ستمبر تک روزانہ آپ نے اسی وقت شب کو کل سات تقاریر کیں جن کے موضوعات کی تفصیل درج ذیل ہے:

بدھ 24 ستمبر، مسجد فاتح، امت مسلمہ کا عروج و زوال

جمعرات 25 ستمبر الاصلاح سوسائٹی، آنحضرت ﷺ کی رسالت کا مقصد

جمعہ 26 ستمبر، مسجد النصف، دعوت الی اللہ

ہفتہ 27 ستمبر السفیر انٹرنیشنل ہوٹل، جہاد اور عالمی امن

اتوار 28 ستمبر، مسجد ابوبکر، لادینیت کا چیلنج

پیر 29 ستمبر، پاکستان کلب، مسلمانوں پر قرآن کے حقوق

منگل 30 ستمبر، مسجد سار، امت مسلمہ: ماضی، حال اور مستقبل

ہر پروگرام میں تقریباً ڈیڑھ ہزار سے لے کر ڈھائی ہزار افراد نے شرکت کی۔ یہ سارے پروگرام ادارہ ''ڈسکور اسلام'' کے زیر اہتمام بہ حسن و خوبی طے پائے۔

2 اکتوبر کی جمعرات کی رات کو دس بجے، بحرین سے پاکستان کے لئے روانگی ہوئی اور مسقط سے ہوتے ہوئے جمعہ کی صبح کو فجر کے وقت لاہور پہنچے۔

امریکہ میں استقبالِ رمضان کے پروگرام!

رمضان المبارک کو ریسیو کرنے سے پہلے ہر مسلمان کو خود کو ذہنی طور پر اس بابرکت مہینے کی برکتوں سے فیضیاب ہونے کے لئے تیار کرنا چاہئے۔ صحابہ کرامؓ ماہ شعبان ہی میں رمضان کی تیاری شروع کر دیا کرتے تھے۔ اس ضمن میں رمضان المبارک کے آغاز سے پہلے اس کی فضیلتوں کو جاننے اور خلوص نیت سے روزے کے پروگرام پر عمل پیرا ہونے کے لئے تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کی رفیقات نے اپنے اپنے حلقوں میں اس سال استقبالِ رمضان کے کئی پروگرام کئے۔ ان پروگرامز میں رفیقات نے اپنے لیکچرز کے ذریعے اس ماہ مبارک کی فضیلتوں کو شریک خواتین کے ذہنوں میں واضح طور پر اجاگر کرنے اور اس مقدس مہینے کو محبت کے ساتھ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خواہش کے ساتھ خوش آمدید کہنے کی سعی کی۔ ان پروگرامز کو شریک ہونے والی خواتین نے نہایت سراہا اور کہا کہ استقبالِ رمضان کے پروگرام میں شرکت ایمان میں اضافے اور تازگی کا باعث ثابت ہوئی ہے کہ ہم نے اس سے پہلے کبھی اس نوع کے کسی پروگرام میں شرکت نہیں کی لیکن ان پروگرامز میں شریک ہو کر اندازہ ہوا کہ روزے اور قرآن کا باہمی تعلق ہماری زندگیوں میں کیسی کیسی مثبت تبدیلیاں رونما کر دیتا ہے اور دماغوں میں وسعت پیدا کر دیتا ہے اور سچی نیت سے روزے رکھنے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جن رفیقات نے یہ پروگرام کئے ان کے نام یہ ہیں: مہر صدیقی (شکاگو)، شاہدہ برنی (شکاگو)، رعنا خان (شکاگو)، رفیعہ حسن (انڈیانا)، صبیحہ وحید (ڈیٹرائٹ)، ڈاکٹر عصمت خان (ڈیٹرائٹ)، معراج حق (ڈیٹرائٹ)، سلمہ خان (نیوجرسی)، ڈاکٹر شاہنواز خان (نیوجرسی)، امانی ایلنشاسی (واشنگٹن ڈی۔ سی)، ھفیہ رحمٰن (فلاڈلفیا)، فصیحہ رحمٰن (فلاڈلفیا)، خالدہ مریم (فلاڈلفیا)، عاشی چودہری (نیوجرسی) اور خدیجہ میاں (نیوجرسی)

(رپورٹ: رعنا خان)

حلقہ سرحد جنوبی: الہدیٰ کورس اور دیگر اجتماعات

قارئین ندائے خلافت کو یاد ہو گا کہ حلقہ سرحد جنوبی کے زیر اہتمام 6 جنوری 2003ء کو الہدیٰ کورس شروع کیا گیا اور تقریباً آٹھ ماہ میں 21 اگست 2003ء کو مکمل ہوا۔ اس کورس میں قاضی فضل حکیم نے آسان عربی گرامر کے تینوں حصے اور دین کے قرآنی تصور پر لیکچرز دیئے جبکہ ملتزم رفیق جان نثار اختر نے تجوید (تھیوری + پریکٹیکل) پڑھائی۔ دورانیہ ہفتہ میں 6 دن عصر تا مغرب رہا۔

کورس کے اختتام پر رفقاء اور شرکاء کے باہمی مشاورت سے طے کیا گیا کہ دفتر حلقہ میں ہر جمعہ کو عصر تا مغرب قرآنی مضامین پر مشتمل ہفتہ وار لیکچرز/ درس کا اہتمام ہوا۔ چنانچہ اس سلسلے کا پہلا پروگرام 19 ستمبر 2003ء کو منعقد ہوا۔ جس میں ''حقیقتِ نفاق'' کے موضوع پر قاضی فضل حکیم نے شرکاء سے خطاب کیا۔ جس میں فاضل مقرر نے نفاق کا مفہوم، اسباب ہلاکت خیزی، پرہیز، علاج اور نتائج پر قرآن حکیم، احادیث رسول ﷺ، واقعات اور علامہ اقبال کے اشعار کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کی۔ اس کے بعد سامعین کی طرف سے کئے گئے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ اختتام پر شرکاء کی شربت سے تواضع کی گئی۔ 26 شرکاء نے اس میں شرکت کی۔

26 ستمبر 2003ء کو اس سلسلے کا دوسرا پروگرام منعقد ہوا۔ جس کا موضوع ''حقیقتِ ایمان'' تھا۔ اس پر بات کرنے کے لئے مردان سے ملتزم رفیق حافظ ڈاکٹر محمد مقصود تشریف لائے۔ انہوں نے ایمان کا مفہوم، موضوع، انسانی زندگی پر اس کے اثرات کی اعلیٰ علمی سطح پر مثالوں سے وضاحت کی۔ 34 شرکاء نے اس پروگرام میں شرکت کی۔

28 ستمبر 2003ء بروز اتوار پورے حلقہ سرحد جنوبی کا ایک عمومی اجتماع دفتر حلقہ میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز امیر حلقہ میجر (ر) فتح محمد صاحب کے ابتدائی کلمات سے ہوا۔ جس میں انہوں نے اجتماع کے اغراض و مقاصد اور تفصیلات بیان کیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا ویڈیو خطاب ''کلمہ شہادت، عملی تقاضے'' رفقاء کو دکھایا گیا، جس میں ڈاکٹر صاحب نے بندگی، دعوت بندگی اور نظام زندگی پر نہایت عمدہ پیرائے میں بات کی۔ جس کو رفقاء نے توجہ سے سنا۔ اس کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد امیر حلقہ نے شریک رفقاء کا تعارف کرایا۔ تعارف کے بعد ایک رفیق کی ذمہ داری، احتسابی رپورٹ بک، ماہانہ و ششماہی رپورٹس، مطالعہ لٹریچر و دیگر کتب، خط و کتابت، کورسز، اجتماعات میں شرکت اور اجتماعات کا اہتمام، نظم کی اہمیت اور نظم بالا کی افادیت پر روزمرہ زندگی سے مثالوں کی مدد سے قاضی فضل حکیم نے رفقاء سے گفتگو کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ ہماری تنظیمی سرگرمیوں میں دعوت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور بقیہ تمام کام اس کے گرد گھومتی ہیں۔ لہٰذا دعوت کی اس مرکزی حیثیت کو مضبوط تر بنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے تنظیمی امور، رمضان المبارک کے پروگرام اور کتب سیٹ، علماء خطباء کتب پروجیکٹ، تفریغ اوقات اور رفقاء سے انفرادی ملاقاتوں کے حوالے سے گفتگو کی اور ان کے مشورے نوٹ کئے۔ نماز ظہر اور کھانے کے بعد رفقاء اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اس اجتماع میں نوشہرہ، مردان، صوابی، اور بونیر اضلاع کے 39 رفقاء نے شرکت کی۔

(رپورٹ: محمد سرور، فضل رحیم)

ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ترجمۃ القرآن کی اختتامی تقریب

دورِ فتن میں گمراہی سے محفوظ رہنے اور راہِ ہدایت پر قائم رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت قرآن مجید سے مضبوط تعلق نہایت ضروری ہے۔ جو قرآن فہمی کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی مقصد کے تحت امیر حلقہ پنجاب وسطی محترم مختار حسین فاروقی صاحب مختلف مقامات پر دروس و خطابات دیتے رہتے ہیں۔ قریباً ڈیڑھ سال قبل پورے قرآن حکیم کے ترجمہ و تشریح کے لئے ٹوبہ میں ہفتہ وار پروگرام تشکیل دیا گیا۔ مقامی نیشنل کالج میں اتوار کے روز تین گھنٹے کی نشست طے کی گئی۔ جس کے دوران پندرہ منٹ کے لئے چائے کا وقفہ رکھا گیا۔ مذکورہ کالج کے مالک چوہدری امجد علی جاوید صاحب نے ایک کشادہ ہال ضروری سہولیات کے ساتھ اس نیک مقصد کے لئے مہیا کیا۔ محترم فاروقی صاحب ہر اتوار جھنگ سے تشریف لا کر قرآن کے نور سے شرکاء کے دلوں کو منور کرتے رہے۔ ان کی اس طویل مشقت کو اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت بخشے اور اسے اس کے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ اس پروگرام میں مختلف طبقات کے نہ صرف مقامی احباب شرکت فرماتے رہے بلکہ مضافات سے بھی شائقین سفر کر کے اس مقدس و مفید پروگرام کی سماعت کرتے رہے۔ فاروقی صاحب کے سلیس اندازِ تشریح نے احباب کے قرآن فہمی کے ذوق کو دوبالا کر دیا۔ اوسطاً چالیس احباب نے اس پروگرام سے استفادہ کیا۔ خواتین کے لئے علیحدہ باپردہ آڈیو ویڈیو کے ذریعے سماعت کی سہولت رکھی گئی تھی۔ پروگرام کی ریکارڈنگ اور دیگر انتظامات کے لئے رفیق تنظیم غلام نبی صاحب کی خدمات قابل ذکر ہیں۔

5 اکتوبر کو ترجمۃ القرآن کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ آغاز میں حسبِ معمول قرآن حکیم کے آخری بقیہ حصے کا ترجمہ اور تشریح ہوئی۔ ختم قرآن کی مسنون دعا کے ساتھ محترم فاروقی صاحب نے چائے کے وقفے کا اعلان کیا۔ پندرہ منٹ کے بعد تقریب کے مہمان خصوصی چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب ناظم دعوت تنظیم اسلامی کی موجودگی میں شرکاء میں سے محترم عبدالرزاق اویسی صاحب نے منظوم کلام کے ذریعے مدرس قرآن فاروقی صاحب کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ بعد ازاں رحمت اللہ بٹر صاحب نے ''قرآن کی دعوت کا خلاصہ'' کے موضوع پر نہایت مؤثر و مدلل انداز میں خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن ہم سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نافذ کریں۔ آپ نے پُرزور الفاظ میں یہ بات کہی کہ اللہ کے دین کے غلبہ کی جدوجہد ہم پر فرض ہے اور اس کی ادائیگی کسی دینی جماعت میں شمولیت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس تقریب میں سو سے زائد احباب نے شرکت کی۔ اختتام سے پہلے کالج انتظامیہ کے شکریہ کی اخلاقی ذمہ داری راقم نے ادا کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کا فہم اور اس پر عمل کی توفیق بخشے۔

(پروفیسر خلیل الرحمٰن' امیر تنظیم اسلامی ٹوبہ ٹیک سنگھ)

یہ نظم 5 اکتوبر کو انجینئر مختار احمد فاروقی صاحب کے اختتامی درسِ قرآن کے موقع پر پڑھی گئی

تو نے واضح کر دیا ہے مدعا قرآن کا
شکر ہو کیسے ادا ہم سے ترے احسان کا

کر دیا تو نے کلام اللہ سے رشتہ استوار
نعمت رب جہاں میں جس کا ہوتا ہے شمار

منشرح تو نے کئے اسرارِ ارشاداتِ رب
جیسے جانے ڈاکٹر ہر مرضِ انساں کا سبب

خدمتِ قرآں میں تُو نے زندگی قربان کی
لاج رکھی تو نے اسمِ احمد مختار[2] کی

حوصلہ دیتی تھی تجھ کو نسبتِ فاروقیت[3]
پچاس سے بھی کم تھے ساتھی پر نہ چھائی یاسیت

تین[1] ساڑھے تین گھنٹے تُو رہا دیتا سبق
کر دیئے احکام واضح جس قدر بھی تھے اَدق

کر دیا ہم پر عیاں دینِ الٰہی کا نصاب
کہ تھا دل آویز و شیریں ترا اندازِ خطاب

نسبتِ فاروقیت تجھ کو جلا دیتی رہی
حق و باطل بیچ ہے جس نے حدِ فاصل کی کھڑی

ہے وہی قرآں اویسی جس میں ہے اب بھی اثر
کہ دِگرگوں کر کے رکھ دی جس نے تقدیرِ عمرؓ

(تحریر: انجینئر عبدالرزاق اویسی ٹوبہ)

(۱) ڈاکٹر اسرار احمد (۲) مختار احمد (۳) حضرت عمر فاروقؓ

اسرہ دیر ایک روزہ دعوتی اجتماع

تنظیم اسلامی اسرہ دیر شہر کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی اجتماع بمقام جامع مسجد بابا صاحبؒ منعقد کرنے کا پروگرام طے ہوا جس میں ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان کی خصوصی شرکت اور امیر تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے علاوہ ناظم حلقہ سرحد شمالی جناب مولانا غلام اللہ صاحب اور ناظم دعوت تنظیم اسلامی باجوڑ جناب ڈاکٹر فیض الرحمٰن صاحب کو خصوصی دعوت دی گئی تھی۔ پروگرام 13 ستمبر کو بعد از نمازِ عصر جناب فیض الرحمٰن صاحب نے بہ موضوع قرآنی اللہ سے شروع کیا۔ موصوف نے قرآن کی مختلف آیات اور احادیث کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ صرف زبان سے اللہ بولنے پر قیامت کے دن انسان کی نجات نہیں ہو سکتی' جب تک یہی الٰہ دل کی گہرائیوں میں نہ ہو۔ اس مختصر سے وقت میں موصوف نے نہایت جامعیت کے ساتھ لوگوں کے دلوں میں بات رکھی۔ اس نشست میں قریباً 40 افراد نے بڑی دلجمعی سے بات سنی۔

نمازِ مغرب کے بعد دوسری نشست میں مولانا غلام اللہ حقانی صاحب نے قرآن کے انسان مطلوب کے موضوع پر بڑا مدلل اور جامع خطاب فرمایا۔ مولانا نے پورا پچاس منٹ خطاب فرمایا اور لوگوں نے بڑی دلجمعی سے سنا۔ اسی نشست میں قریباً ساٹھ حضرات نے شرکت کی۔

پروگرام کی آخری نشست ایک دوسری جامع مسجد بلال رضی اللہ عنہ میں بعد از نماز مغرب درس قرآن رکھا گیا جو کہ ڈاکٹر فیض الرحمٰن نے دیا۔ اس نشست میں بھی قریباً تیس افراد شریک رہے۔ پروگرام کی تشہیر کے لئے خصوصی طور پر دعوت نامے تقسیم کئے گئے تھے اس وجہ سے بہت دور دراز سے خصوصی طور پر لوگ تشریف فرما ہوئے۔ اگلی صبح نمازِ فجر کے بعد ڈاکٹر فیض الرحمٰن صاحب نے ناظم اعلیٰ صاحب کے کہنے پر راقم کے گھر میں درسِ قرآن دیا اور بعد میں افہام و تفہیم و مذاکرہ ہوا جو کہ آٹھ بجے ختم ہوا۔ اسی طرح صبح کو ناشتے کے ساتھ یہ ایک روزہ دعوتی اجتماع اختتام پذیر ہوئی اور یہ مختصر سی جماعت ناظم اعلیٰ صاحب کی معیت میں واپس عازم سفر ہوا۔

(رپورٹ: سعید اللہ خان)

اطلاع نامہ

امیر تنظیم اسلامی لاہور شرقی نمبر 1 جناب انجینئر محمد علی صاحب بعض ذاتی مصروفیات کی وجہ سے مقامی امارت کی ذمہ داری ادا کرنے میں دقت محسوس کر رہے ہیں۔ امیر حلقہ لاہور ڈویژن کی سفارش پر محترم امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے ضروری مشورہ کے بعد موصوف کو مقامی امارت کی ذمہ داری سے فارغ کر دیا ہے اور ان کی جگہ ڈاکٹر سہیل امجد مرزا صاحب کو امیر تنظیم اسلامی لاہور شرقی نمبر 1 مقرر کیا ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

سید مشرف حسین الطاف رفیق تنظیم اسلامی نیویارک عارضہ قلب میں مبتلا ہیں۔ ان کا بائی پاس آپریشن ہوگا۔ ان کی کامل صحت یابی کی قارئین ندائے خلافت سے استدعا ہے۔

ضرورت رشتہ

26 سالہ ایم اے ہسٹری' ارائیں گھرانے کی صوم و صلوٰۃ کی پابند دوشیزہ کے لئے نمازی دیندار' تعلیم یافتہ گھرانے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: انجینئر عبدالرزاق اویسی' فون: 0462-510052

دعائے مغفرت

سرگودھا تنظیم کی سینئر رفیقہ محترمہ جمشید کے بھائی گذشتہ دنوں کراچی میں انتقال کر گئے۔ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

پاکستان بھر میں تنظیم اسلامی اور مرکزی انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام
رمضان المبارک کے دوران ہونے والے دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی تفصیل

حلقہ سندھ زیریں

نمبر شمار	تفصیلات	مترجم
1-	نوبل پوائنٹ شادی ہال (مع صلوٰۃ التراویح)	اعجاز لطیف صاحب
2-	قرآن اکیڈمی یٰسین آباد (مع صلوٰۃ التراویح)	سید اشفاق حسین صاحب
3-	گلستان انیس کلب (مع صلوٰۃ التراویح)	شجاع الدین شیخ صاحب
4-	قرآن اکیڈمی ڈیفنس (مع صلوٰۃ التراویح)	مفتی طاہر عبداللہ صاحب
5-	قرآن مرکز کورنگی (مع صلوٰۃ التراویح	عامر خان صاحب
6-	لانڈھی (بعد نماز تراویح)	ریاض الاسلام فاروقی صاحب
7-	ڈیفنس سینٹر (بعد نماز تراویح) انگریزی زبان میں	زین العابدین جواد صاحب
8-	آرام باغ' دفتر تنظیم اسلامی۔ جنوبی (بعد نماز تراویح)	انجینئر نعمان اختر صاحب
9-	فاران کلب (مع صلوٰۃ التراویح)	انجینئر نوید احمد صاحب
10-	حق چیمبرز' دفتر تنظیم اسلامی سوسائٹی (بعد نماز تراویح) (خلاصہ قرآن)	عبد المقتدر صاحب

☆ فاران کلب میں دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام فاران کلب انٹرنیشنل کے ان کی فرمائش پر زیر اہتمام ہوگا۔

کراچی حلقہ خواتین

نمبر شمار	مقام	اوقات	رابطہ
1-	قرآن مرکز ی ڈیفنس فیز 2	صبح 10:00تا 1:00	4525394
2-	D/34-714 منظور کالونی' نزد عوامی چوک	صبح 10:00تا 1:00	4548136
3-	مدرسہ شمس النساء' منظور کالونی	صبح 10:00تا 1:00	4540367
4-	79-B, P.E.C.H.S	صبح 10:00تا 1:00	4533568
5-	شرف آباد	صبح 10:00تا 1:00	4852152
6-	P.E.C.H.S, 1/1-M	صبح 10:00تا 1:00	4541812
7-	نارتھ کراچی	صبح 10:00تا 12:00	6993540
8-	R-C-5 گلشن اصغر' چھوٹا گیٹ' شاہراہ فیصل	صبح 10:00تا 12:30	4577161
9-	دفتر تنظیم اسلامی' حلقہ سندھ زیریں۔ گلشن اقبال	صبح 10:00تا 1:00	4993464-5

حلقہ پنجاب غربی

مقام	مدرس	کیفیت
میانوالی۔ مسجد بیت المکرم	بشیر احمد	تراویح میں پڑھے جانے والے قرآن سے منتخب آیات کی تشریح
سرگودھا۔ مسجد جامع القرآن	ڈاکٹر عبدالرحمٰن	(خلاصہ بیان کریں گے۔ دورانیہ دو گھنٹے)
فیصل آباد۔ قرآن اکیڈمی	کفیل احمد ہاشمی	(دورہ ترجمہ قرآن مفصل)
فیصل آباد۔ مسجد العزیز	ڈاکٹر فاروق احمد میاں	دورۂ ترجمہ قرآن
جڑانوالہ۔ مسجد ہاؤسنگ کالونی	حافظ شفیق احمد	نماز فجر کے بعد پانچ رکوع کی تشریح اور تفصیل
ملتان۔ قرآن اکیڈمی	ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی	(سلسلہ وار درس)

حلقہ لاہور ڈویژن

مقام	مدرس	مقام	مدرس
قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن	حافظ عاکف سعید	الزہراء شادی ہال۔ سمن آباد	حافظ زبیر صاحب
مسجد نور مصطفیٰ آباد	اقبال حسین صاحب	آمنہ شادی ہال/ جامع مسجد نور الہدیٰ۔ شاہدرہ	نعیم اختر عدنان صاحب
بیت الہدیٰ' تاج باغ	شاہد اسلم صاحب	مسجد مکتب۔ والٹن	فتح محمد قریشی صاحب

Muslims living in Canada and Palestine, for example, cannot have the same kind of behavior, nor are they bound to follow the same principles of their religion. Muslims resisting Israeli and American occupations and aggression in Palestine and Iraq, or Muslims living in Canada are supposed to be equally moderate for their being Muslims, but they have to follow different principles of Islam for interaction with their respective oppressors and benefactors. And this must not be a ground for their classification.

The same is true with regard to expressing one's views. A Muslim who condemns oppression and injustice against Muslims does not become an extremist by default because it will undermine credibility of many impartial western analysts such as Robert Fisk, Noam Chomsky and John Pilger. By this standard, all anti-war protestors would also become extremists.

The Majority of Muslims is in the middle of the "Mulla" and "Moderate" extremes. In the West, they are totally silent because they have wrongly assumed if they speak, they will be targeted. However, the problem is that their silence is going to cost them dearly. The outspoken and opportunist of them have cleverly surrendered to the reigning power and ideology of the time as "moderates." For the rest, the option is clear to either follow the suite, or raise their voice without any fear of getting labeled as extremists and inform the Western public as to why Manjis, Musharrafs and other similar opportunists are not moderate at all. The "moderates" are not selling ideas. Otherwise who can tell the idea of appointing Israelis and American as judges of the faith and fate of 579,000 Muslims' is worth publishing on the op-ed page of the leading daily in Canada. They sell themselves and publication of such inanity confirms they are sold in the hot market for any commodity of their kind.

The fear expressed is that Muslims cannot "embark on career," can no longer "apply for" good jobs and cannot do business as usual. However, how can one think of giving up faith and submitting oneself to Israelis and Americans just because he cannot do business as usual due to injustice and creeping tyranny. There is a difference between being moderate as a Muslim — a requirement of faith — and being "moderate" for doing business as usual in the West.

Uncritical submission to the US-Israeli double standards at all levels does not make one moderate in Islam as well; nor is a Muslim's resistance to submitting before the worldly gods a sign of extremism. The former is opportunism and the later is much lighter refusenik-ism than the one in which "moderate" Manji is engaged.

Elmasry in a way agrees with the invisible persecution of Muslims and proves that the problem lies with Muslims alone. The government policy in Canada also shows, for example, that the unjust Security Certificate has so far not been issued against any non-Muslim.

Instead of asking for exposing the real culprits behind events such as 9/11, the neo-cons of Christianity and the neo-mods of Islam are coming up with more creative ways to consolidating tyranny in the Western world. With this we can safely conclude that the days of democracy are numbered if the trend continues like this.

Concluded October 15, 2003

NOTES

[1] See Dawn October 12, 2002. While talking to Islamabad-based journalists from Muslim countries on October 09, Pakistani dictator General Musharraf told them that in the OIC meeting in Malaysia he would "float" the idea of "enlightened moderation." When simple moderation outlives its utility, "moderates" have to come up with new products which could help them sell themselves effectively.

[2] "Detained man suspected of al-Qaeda links says his cell in Toronto jail is too cold," Jeff Gray, Globe and Mail October 15, 2003 - Page A6 Url: http://www.globeandmail.com/servlet/ArticleNews/TPStory/LAC/20031015/UHASSWA//?query=hassan The news arrives when the scribe was in the Middle of this article. Accordingly, "a Syrian-born man suspected of terrorist links and held in a Toronto jail for two years without charge was on the 16th day of a hunger strike yesterday, accusing officials of keeping his cell too cold. Hassan Almrei, 29, was detained on Oct. 19, 2001, and accused of having links to al-Qaeda based on secret evidence from the Canadian Security Intelligence Service. His lawyer successfully challenged an attempt to deport him to Syria, but he remains in solitary confinement at the Toronto West Detention Centre."

Courtesy The Nation October 18, 2003

View Point

Abid Ullah Jan
abidjan@tanzeem.org

TWISTED DEMOCRACY REACHING CRITICAL MASS

The confluence of the forces of tyranny in the Western world, fueled by neo-cons of Christianity on the one hand and the neo-mods of Islam on the other, threaten to extinguish the left over light of freedom and hasten the demise of democracy in much of the Western world.

Neo-moderates or neo-mods are the Muslims who in their zeal to make themselves acceptable to the West cross all limits of sanity and stages of "liberalism" from liberal to moderate, ultra-moderate, enlightened moderate and neo-moderates. Persons such as this scribe are on the run from Western sponsored tyrants ruling masses in the Muslims world under the cover of "enlightened moderation."[1] However, witnessing the worsening situation in the West at the hands of co-religionists of such tyrants, one wonders if he is really protected or he is out of the frying pan of a minor tyranny into the fire of twisted democracies inching towards a perfect tyranny.

One of the latest examples is an article, Stamps of Approval?, in the Globe and Mail (September 30, 2003) by of a proud-to-be-moderate Muslim. In this article president of the Canadian Islamic Congress, Mohammed Elmasry, recounts how Muslim population in Canada "still lives under siege." Many Muslims are languishing in custody under the notorious "Security Certificate," deprived of the due process of law and even access to evidence against them.[2] However, Elmasry goes on to suggest how "liberal democratic" Canada could turn the emerging signs of its tyrannical tendencies into a perfect tyranny.

No one knows how much Hitler would have appreciated the idea of categorizing all adult Jews and putting tags of "good" and "bad" on them. This way he would have a much better justification for exterminating Jews in batches, with intervals and with cooperation of the rest of the Jews for saving their skin. Hitler could not avail this opportunity. Nevertheless, Elmasry presents a similar idea to the Canadian government. He proposes to "form an independent panel of experts" for issuing "special 'moderate' cards for all Muslims in this country, whether citizen or not."

Interestingly, he proposes the panel to have "one Canadian, two Americans, two Israelis and two representatives from the Muslim applicant's country" on it. Paling the Taliban's idea of asking Hindus to wear yellow badges by comparison, Elmasry suggests that "each adult Muslim in Canada would have to prove to this panel that he or she is a 'moderate.'" The cards would "only be valid for one year" and Muslims would have to reappear before the predominantly Israeli American panel for renewal.

The author feels that the idea might sound "outrageous or at least far fetched" to many Muslims and that's why he qualifies it by putting quotation marks around the word moderate. However, he makes the point and even if the idea is not applied in Toto today, it is the inevitable destiny of Muslims living in the West in one or another form of racial profiling, classification and segregation.

Although the author does not mention about the fate of those who would be rejected by such a panel, but everyone can see their fate to be worse than what Hitler did to Jews. It is already happening, in the most modern ways. It is another matter if we do not feel it like Germans in the Hitler's age.

Let us be clear that being moderate or otherwise are patterns of human behavior. Faith has nothing to do with it, except someone's extracting justification from religious principles according to the situation. One cannot remain aggressive or passive all his life, under all kinds of circumstances, just because of his/her "misinterpretation" of religious principles. We must not associate these patterns of behavior with one's faith or the sources of faith, because they do not teach one to be unnecessarily aggressive or to remain passive irrespective of the circumstances.

Even the Christian principle of "turning the other cheek" of the born-again Christian (Mr. Bush) could not sustain in the face of a single "attack" - 9/11. It is naïve to expect human beings to remain in a single state of mind in the face of obvious tyranny as well as true liberty.

Vol : 12 Regd. No. LRL -50 No.39

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

موسس تنظیم اسلامی و داعئ تحریک خلافت پاکستان، ڈاکٹر اسرار احمد کی چند فکر انگیز تصانیف

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم
منہج انقلاب نبویؐ
مجلد 200 روپے، غیر مجلد 140 روپے

ایمان کے لغوی اور شرعی معنی، ایمان کا فلسفہ، ایمان وعمل کا باہمی تعلق
اپنے موضوع پر لاثانی تحقیقی وفکری تصنیف
حقیقت ایمان
اشاعت خاص 90 روپے، اشاعت عام 50 روپے

امت مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل اور
نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت
مجلد 60 روپے، غیر مجلد 36 روپے

تحریک پاکستان کا تاریخی وسیاسی پس منظر،
اسلامیان پاکستان کا تہذیبی وثقافتی پس منظر
اسلام اور پاکستان
مجلد 40 روپے، غیر مجلد 20 روپے

برصغیر پاک وہند میں
اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید وتعمیل
اور اس سے انحراف کی راہیں
اعلیٰ ایڈیشن 48 روپے

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
دینی فرائض کا جامع تصور
اشاعت خاص 18 روپے، اشاعت عام 10 روپے

علمی وفکری اور دعوتی وتحریکی کاوشوں کا نچوڑ
علمی خطوط کی نشان دہی
دعوت رجوع الی القرآن
اعلیٰ ایڈیشن 100 روپے

قرآن کے نام پر اٹھنے والی تحریکات اور علمائے کرام کے خدشات
شیخ الہند مولانا آزاد اور مسئلہ انتخاب وبیعت امام الہند
جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی
مجلد 120 روپے

قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟
عید الاضحیٰ اور فلسفہ قربانی
9 روپے

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبول عام دستاویز، جس کا
انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے
مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق
اشاعت خاص 20 روپے، اشاعت عام 10 روپے

سورۃ العصر کی روشنی میں
راہ نجات
40 روپے

سابقہ اور موجودہ
مسلمان امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل
اور مسلمانان پاکستان کی خصوصی ذمہ داری
اشاعت خاص 45 روپے

حدیث قدسی: "الصوم لی وانا اجزی بہ"
میں مضمر حکمت دین کے اصولوں کی شرح
عظمت صوم
10 روپے

بعثت انبیاء کا اساسی مقصد، بعثت محمدیؐ کی اتمامی وتکمیلی شان
نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت
اشاعت خاص 36 روپے، اشاعت عام 15 روپے

ڈاکٹر صاحب کے دو خطبات کا مجموعہ
اسلام میں عورت کا مقام
اشاعت خاص 60 روپے، اشاعت عام 30 روپے

مفصل فہرست طلب کیجئے: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، 36K ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر 03-5869501